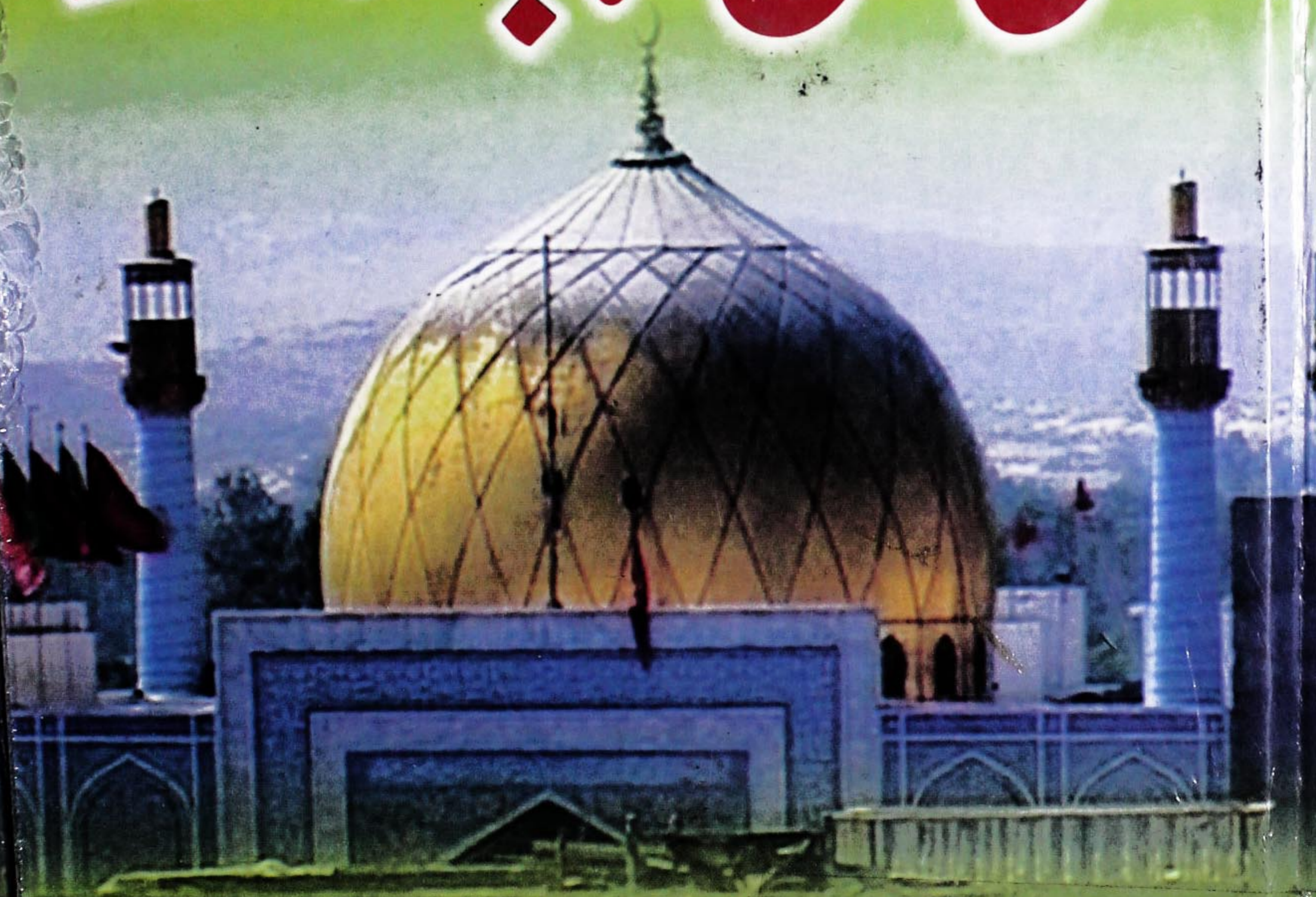


سیرت حضرت

سخی لال شہباز قلندر



حکیم سید خاور حسین قادری

100

100

سیرت

حضرت شہباز لال قلندر رحمۃ اللہ علیہ

حکیم سید خاور حسین قادری

مکتبہ سراج صنیر

ناشران و ناہران اسلامی کتب اردو بازار لاہور

۲۹۷، ۴۹۲
سی ۱۲۲
۱۵۹۶۶۹
۵

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

نام کتاب	سیرت حضرت شہباز لال قلندر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
مصنف	حکیم سید خاور حسین قادری
ٹائٹل ڈیزائن	محمد عاطف جاوید
کمپوزنگ	ہجوری ایڈورٹائزر
ناشر	سید عمران حسین نے مکتبہ سراج منیر اردو بازار لاہور سے شائع کیا
مطبع	رانا پرنٹنگ پریس، لاہور
سن اشاعت	جولائی 2012
ہدیہ	160/- روپے

خوبصورت کتاب چھپوانے کے لئے رابطہ کریں: 0344-4188668

ملنے کا پتہ

۳۰-بی، اردو بازار-لاہور
37312159: فیکس 37234137: فون

Website: www.tahirsonspublishers.com

E-mail: info@tahirsonspublishers.com

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
7	حرفِ آغاز
9	منقبت دم مست قلندر
10	منقبت بارک اللہ شہر سیہون
11	شہباز نشیمن لاہوت
12	ز عشق دوست ہر ساعت
13	حقیقت قلندر
24	نام و نسب
28	القابات
33	مروند
38	والد بزرگوار حضرت سید کبیر الدین <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
41	ولادت باسعادت
46	ابتدائی تعلیم و تربیت
49	سعادت بیعت
52	حضرت لعل شہباز قلندر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا روحانی سلسلہ
64	سیر و سیاحت
70	حضرت لعل شہباز قلندر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کی برصغیر پاک و ہند آمد

۹/۱۱/۱۳

۱۳/۱۱/۱۳

۱۳/۱۱/۱۳

71	حضرت ابوعلی قلندر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> سے ملاقات
76	حضرت داتا گنج بخش <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کے مزار پر حاضری
77	ملتان آمد اور اولیائے کاملین سے حصولِ فیض
78	گناہوں کی وادل
87	حضرت لعل شہباز قلندر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کی سپہون آمد
102	سلسلہ رشد و ہدایت
108	حضرت لعل شہباز قلندر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> بحیثیت عالم دین
109	کشف و کرامات
121	کلام حضرت لعل شہباز قلندر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
131	آن شاہ ہر دو عالم عربی محمد است
133	حضرت لعل شہباز قلندر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا وصال
137	مزارِ پاک کی عمارتیں
142	عرس کی رسومات
147	اقوال و ارشادات
148	حضرت لعل شہباز قلندر <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> سے فیض یافتہ
159	اظہارِ عقیدت



حرفِ آغاز

اللہ عزوجل کے بابرکت اسم پاک سے شروع جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے اور اس کے حبیب آقائے دو جہاں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر بے شمار درود و سلام جن کا فیض عام ہے اور تا قیامت یونہی عام رہے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ
بِقَوْمٍ يَحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ لِلَّهِ

”اے ایمان والو! تم میں جو بھی دین سے پھر جائے تو پھر اللہ ایسی قوم لائے گا جو اللہ کو محبوب رکھیں گے اور اللہ ان کو محبوب رکھے گا۔“

یہ اللہ عزوجل کی ایک صفت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو محبوب رکھتا ہے اور محبوبانِ خدا سے دوست دوست رکھتے ہیں۔ بندے سے اللہ عزوجل کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی جانب سے اس کے لئے بھلائی کا ارادہ کیا جاتا ہے اور وہ اس بندے پر رحم فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا عطا ہونا یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب بندے کو دنیا و آخرت میں بلند مقام عطا فرمائے اور اس کے ظاہر و باطن کو پاک بنائے۔

حضرت عمرو بن عثمان مکی رضی اللہ عنہما اپنی تصنیف ”کتاب محبت“ میں فرماتے ہیں:

”اللہ عزوجل نے قلوب کو اجسام سے سات ہزار برس قبل تخلیق فرمایا اور پھر انہیں اپنے قرب خاص میں رکھا اور اس کے بعد انہیں محبت کے درجہ میں رکھا اور پھر ان کے باطن کو ان کے اجسام سے

سات ہزار برس قبل پیدا فرمایا اور انہیں وصل کے درجہ میں رکھا اور روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ ظہورِ جمال سے باطن کو تجلی بخشی اور تین سو ساٹھ مرتبہ نظر کرامت ڈالی پھر اسے محبت کا کلمہ سنایا اور تین سو ساٹھ مرتبہ دلوں پر انس و محبت کے لطائف ظاہر کئے پھر ان کا امتحان لیا اور پھر انہیں جسم میں مقید کیا گیا۔“

اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم ﷺ سے سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا کہ اے محبوب! ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اس فرمان کے ذریعے اللہ عزوجل نے اپنی محبت کو حضور نبی کریم ﷺ کی پیروی اور آپ ﷺ کی محبت سے مشروط کر دیا ہے۔ پس اگر کوئی بھی مسلمان بارگاہِ الہی میں مقام و مرتبہ کا خواہاں ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے قلب میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت پیدا کرے اور آپ ﷺ کی سنت پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہو اور ہر معاملہ میں آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کو پیش نظر رکھے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
زیر نظر کتاب ”سیرت پاک حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ“ کی ترتیب و تدوین کا مقصد یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے اپنے ایمان کو تازہ کریں اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگیوں کو سنواریں۔ بارگاہِ الہی میں عاجزانہ التجا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہمیں آپ ﷺ کی سیرت پاک سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حکیم سید خاور حسین قادری

منقبت دم مست قلندر

دم مست قلندر شاہ ، شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ
ہم دست خداوند کا ، ہم راز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

سلطان فقیروں کا ، حقیروں کا ہے صاحب
بخشنده اسیروں کا ، غریبوں کا ہے راہب

حاکم ہے امیروں کا ، یتیموں کا ہے صاحب
مختار ملائک کا ہے ، مولا کا ہے نائب



منقبت بارک اللہ شہر سیہون

سیرہ گاہ صادقان ، خلوت سرائے عارفان
مان متوکلاء آرام گاہ اولیاء

بارک اللہ شہر سیہون ، سندھ کے دارالامان
آہ دار الاولیاء سندھ ہو گیا اصل وجود

شہر سیہون ہے امن و شاہ عالم کی پناہ
شہر سیہون کشتی ، نوح و قلندر ناخدا

شہر سیہون جس کا ہے شہباز حسینی شہریار
اے خدا یہ شہر یار شہر ہو دائم بقا



شہباز نشین لاہوت

شہباز نشین لاہوت
شاہ اورنگ خطہ ملکوت

اہل دل عارف معارف حق
صاحب وجد و تارک مطلق

بحر عرفان کنو ز دانائی
مہر ایقان چراغ بینائی

دم بدم رحمت خداوندی
ہاد بر روح شاہ مروندی



ز عشق دوست ہر ساعت

ز عشق دوست ہر ساعت درون ناری رقصم
 گہی بر خاک می غلطم گہی بر اداری رقصم
 شدم بدنام در عشقش بیا ای پارسا اکنون
 نمی ترسم ز رسوائی بہر بازاری رقصم
 بیا ای مطرب و ساقی سماع و شوق راوردہ
 کہ من از شادی و صلش قلندر داری رقصم
 اگر صوفی شدن خواہی بیا تا خرقة پوشانم
 چہ خوش زناں بزبستم بہ این دیداری می رقصم
 مرا مخلوق میگوید گدا چند ان چہ می رقصی
 بدل داریم اسرارے ازاں اسرار می رقصم
 خلاق گر کند بر من ملامت، زیں سبب ہر دم
 مگر نازم بر این ذوقیکہ پیش یاری رقصم
 منم عثمان مروندی کہ یار خواجہ منصورم
 ملامت می کند خلقے و من برداری رقصم



حقیقت قلندر

جب سالک اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو جاتا ہے تو اس کی صفت قلندر کہلاتی ہے۔ قلندر کا ذکر برحق ہے اور اس کی کل کائنات کا محور ذاتِ حق ہے۔ قلندر خود کو بھول کر صرف خالق حقیقی کا ہو جاتا ہے، دنیا کو ترک کر دیتا ہے اور نفسیاتی لذتوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

قلندر چونکہ خود کو دنیاوی خواہشات سے دور رکھتا ہے اس لئے مجرد ہوتا ہے اور قلندر کا نفس معبود کے تابع ہوتا ہے۔ پس خود کو نظر انداز کر دینا اور خاص رب العزت کا ہو جانا ہی قلندری ہے۔

سالک کو قلندر بننے کے لئے چھ صفات کا ہونا ضروری ہے اور اگر ان چھ صفات میں سے کوئی ایک بھی نامکمل ہو یا ناقص ہو تو پھر وہ قلندر نہیں ہے۔

قلندر کی صفات:

قلندر کی صفات ذیل ہیں۔

- ۱۔ صحیح العقیدہ ہونا
- ۲۔ عمل صالح کرنا
- ۳۔ اوصاف حمیدہ کا مالک ہونا
- ۴۔ معاملات کو درست رکھنا
- ۵۔ مرشد کی اطاعت کرنا

۶۔ صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا

قلندر کی زندگی:

قلندر کی مجلس میں دنیاوی باتوں کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کیونکہ قلندر دنیاوی باتوں کو پسند نہیں کرتے پس جب کسی قلندر کی محفل میں جایا جائے تو دنیاوی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔ فسق و فجور اور نفاق کو بھی قلندر سخت ناپسند کرتے ہیں۔ قلندر کسی کے گھر جا کر کچھ نہیں کھاتے خواہ وہ سفر میں ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت کے یہ نیک سیرت لوگ نہایت صابر و شاکر ہوتے ہیں۔ کسی بھی مصیبت میں غیر کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے اور اللہ رب العزت انہیں جس حال میں بھی رکھتا ہے اس کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔

قلندر کی محفل میں جانے سے انسانی قلوب سکون پاتے ہیں کیونکہ یہ بڑے پائے کے عابد ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی نہایت خاموش اور پرسکون ہوتی ہے۔ ان کے قلب پر رازِ الہی منکشف ہوتے ہیں اور یہ انہیں اپنے قلب میں کسی امانت کی مانند سنبھال کر رکھتے ہیں کہ کہیں امانت میں خیانت نہ ہو جائے۔

قلندر کے معانی:

لفظ ”قلندر“ پانچ حروف کا مجموعہ ہے اور ان پانچوں حروف کے معانی و

مطالب ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔

ق: قربِ حقیقی کا طلبگار اور قناعت پسند ہونا

ل: لقا یعنی عشقِ حقیقی میں غرق رہنا

ن: نیاز مند ہونا یعنی اللہ رب العزت کا شکر گزار ہونا

د: دیانت دار اور دلیر ہونا

ر: راضی بہ رضا رہنا

قلندر کون؟:

تارک الدنیا، تہجد گزار اور نفسانی لذتوں سے پاک شخص کو قلندر کہا جاتا ہے۔

بقول صاحب کشف اللغات:

”قلندر وہ ہے جو دنیاوی آلائشوں سے آزاد ہو کر صرف۔ معبودِ حقیقی

میں خود کو محو کر لے۔“

قلندری سلسلہ کی بنیاد:

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ اس روایت کو حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں نجد سے ایک اعرابی حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے میں جنت کا مستحق ہو سکوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کی عبادت کرو، کبھی شرک نہ کرو، فرض نماز باجماعت ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان المبارک کے روزے رکھو۔ اس اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کچھ اور بھی بتائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم کثرت کے ساتھ نوافل ادا کیا کرو۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بات سننے کے بعد اس نجدی نے اللہ رب العزت کی قسم کھاتے ہوئے کہا کہ جب تک مجھے ایک سانس بھی باقی ہے میں اس میں کمی و بیشی نہ کروں گا۔ جب وہ نجدی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس سے رخصت ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

قلندر وصال کے شوق میں موت کو محبوب رکھتا ہے:

قلندر عشقِ حقیقی میں محو ہو کر رب العزت سے وصال کے شوق میں موت کو محبوب رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہمہ وقت اس کی یاد اور اس کی حمد و ثناء

میں مشغول رہتا ہے۔

قلندر حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے:

اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم کے گروہ کا ایک خاص طبقہ جو ایک مخصوص مزاج اور فطرت کے خاص رنگ سے مشرب ہوتا ہے وہ قلندر کہلاتا ہے۔ ان لوگوں پر ایک عجب کیفیت طاری ہوتی ہے اور یہ ہمہ وقت اپنے سروں پر پہناڑ جیسا بوجھ تصور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قلندر اور ادو وظائف اور نوافل کی کثرت کرتے ہیں۔ قلندر ایک لمحہ کے لئے بھی حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے۔ معاشرے کی ریاکاری، طبقات کی بے حسی کے خلاف سعی کرنا اور عمل کو فروغ دینا ان کا طرزِ انداز ہے اور یہ اپنی زندگی اسی جدوجہد میں بسر کرتے ہیں۔

مجدوبیت یا قلندری:

مجدوبیت یا قلندری درحقیقت سکر کا مظہر ہے ارباب سکر سماجی نفاق پر کاری ضرب لگاتے ہیں رسوم و عادات کو تہس نہس کرتے ہیں اور محض حسن نیت اور اخلاص کو باقی رہنے دیتے ہیں۔ قلندری جذب و سکر کی دورِ زخی حیثیت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کے تصوف کی تاریخ اور تصوف کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ مذہب اسلام جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے رہے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کامل دین قرار دیا ہے۔ اسلام کے اندر کسی غیر اسلامی فلسفہ کو دخل حاصل نہ رہے گا اس لحاظ سے قلندر انہ افعال اور سکر و جذب کی کیفیات کیونکہ غیر اسلامی ہو سکتی ہیں اس لئے سکر و جذب کو غیر اسلامی کہنا متعصب ہونے کی نشانی ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایمان کا نور پہلے عقل میں اور پھر قلب میں مشتمل ہو کر اس حد تک غالب آجائے کہ وہ دنیا کے مضاح اور اس کے نفع و نقصان کو بھول جائے اور ایسی اشیاء سے محبت کرنے لگے جن سے کہ انسان حسب معمول طبعاً

محبت نہیں کرتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوالدرداء انصاری رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ میں رب العزت سے ملنے کے شوق میں موت کو محبوب سمجھتا ہوں مرض کو اس لئے محبوب سمجھتا ہوں کہ اس سے گناہ دور ہوتے ہیں اور فقر اور مسکین کو اس لئے محبوب سمجھتا ہوں کہ اس کی بدولت میں اللہ رب العزت کے سامنے متواضع رہوں گا۔

اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے ایک اور جلیل القدر صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مال و دولت کو مکروہ سمجھتا ہوں اور تو نگری کا دشمن ہوں جس طرح کسی پلید اور نجس شے کو آدمی مکروہ سمجھتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے اور فقر مجھے سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام میں کئی مشہور بزرگ اسی مسلک سے وابستہ رہے جن میں حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہ، حضرت حسین بن منصور حلاج، حضرت شرف الدین بوعلی قلندر، حضرت لعل شہباز قلندر، حضرت بابا بلھے شاہ اور حضرت سرمد شہید رضی اللہ عنہ کے نام نمایاں ہیں۔

قلندریہ سلسلہ کی ابتداء:

قلندریہ سلسلہ کی ابتداء کہاں سے ہوئی اس بارے میں کتب سیر یکسر خاموش ہیں البتہ حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہ کو پہلا قلندر کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت شرف الدین بوعلی قلندر اور حضرت لعل شہباز قلندر رضی اللہ عنہ کا نام بھی قلندروں کی فہرست میں نمایاں ہے۔ ان حضرات کے علاوہ حضرت شاہ حیدر قلندر، حضرت شمس الدین تبریزی، حضرت شاہ حسین بلخی، حضرت رومی اور ان کے پیروکار، حضرت شیخ فخر الدین عراقی، حضرت حافظ شیرازی، حضرت غوث علی شاہ اور حضرت اسحاق مغربی رضی اللہ عنہ کا نام بھی قلندری سلسلہ میں نمایاں ہے۔

قلندری مشرب:

یہ ایک نہایت پیچیدہ امر ہے کہ تصوف کے دیگر سلاسل کی مانند قلندری سلسلہ کیا ہے؟ بعض بزرگان کا خیال ہے کہ یہ لوگ ملامتیہ ہیں جو بظاہر شرعی امور کے مخالف نظر آتے ہیں مگر باطنی طور پر مقبولانِ بارگاہِ خداوندی ہوتے ہیں۔

صاحب ”مرآة الاسرار“ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلسلہ قلندریہ چند سلسلوں کے لوگوں پر مشتمل ہے جو مختلف سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو مشرب قلندریہ سے منسوب کرتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں قلندریہ سلسلہ کی بنیاد:

برصغیر پاک و ہند میں قلندری سلسلہ کو حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت شہرت حاصل ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند میں تشریف لائے اور قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت ہوئے اور ان کے مرید ہوئے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خرقہ خلافت ملنے کے بعد جو پور تشریف لے گئے جہاں حضرت نجم الدین قلندر رحمۃ اللہ علیہ، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔

اسی طرح حضرت شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت ہوئے اور روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار قلندری سلسلہ کے نامور بزرگوں میں ہوتا ہے۔

شیخ الشیوخ و العالم حضرت شیخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے نامور خلیفہ حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ اور پھر ان کے خلیفہ حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی قلندری مشرب رکھتے تھے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین

اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بھی قلندری مشرب سے تعلق رکھتے تھے اور مجرد تھے۔ علاوہ ازیں حضرت سید بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میر سید محمد کی رحمۃ اللہ علیہ بھی قلندرانہ روش رکھتے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں قلندری سلسلہ سے تعلق رکھنے والے ایک اور مشہور بزرگ کا نام حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہے اور ان کے علاوہ حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی نمایاں ہے۔

قلندری طریقت:

قلندری طریقت میں قلبی اعمال پر زور دیا جاتا ہے اور ہمہ وقت مشغول بہ حق رہنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق
قلندر کے لئے سرخ رنگ کا انتخاب کیوں؟:

جزو بن گیا ہے رنگ سرخ میری قلندری کا

جزو حرف لالہ اور مظہر پر تو الالہ کا

سرخ رنگ ایک ایسا رنگ ہے جسے لعل بدخشاں کی مئے ارغوانی سے منسوب کیا گیا ہے اور اس کو رب فیاض عزوجل کے لطف و کرم اور جلال کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔ اس کو ریاغ گل سرخ خون شہداء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسے کربلا کی مٹی کی سرخی اور خون رنگ کا امتزاج قرار دیا گیا ہے۔

یہی وہ رنگ ہے جو اندلس کے الحمراء کی پہچان بنا اور سلطنت عثمانیہ کی داستان حیات بنا۔ اسی رنگ کی تراکیب اقبال نے گلاہ لالہ سے منسوب کر کے اندلس کی شان و شوکت کا ماتم منایا۔

یہی وہ رنگ ہے جو دور جدید کے مزدوروں نے اپنا نشان قرار دیا اور اس کو

موجودہ دور میں کمیونزم کا مظہر قرار دیا گیا۔

ہمیں افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ اس رنگ کی حقیقی رمزیت کو جاننے کی کسی نے بھی کوشش نہیں کی اور محض اپنی خیال آرائی کے سہارے اس کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں اور کسی حد تک ہمارے علم و ادب اور تاریخ و تمدن میں اسے فائق و راجح بھی کیا گیا ہے۔

سرخ رنگ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اسے حضور نبی کریم ﷺ نے سرخ لباس کی شکل میں اکثر و بیشتر زیب تن فرمایا ہے۔

شمال ترمذی میں مذکور ہے کہ اس رنگ کے شرف کا یہ عالم رہا ہے کہ فتح مکہ کے وقت یہی رنگ حضور نبی کریم ﷺ کی رفاقت کا واضح مظہر نظر آتا ہے اور اس وقت یہ مظہر جلالی کا عجب نظارہ پیش کرتا ہے۔

اسی طرح غزوہ بدر میں جس صحابی رسول ﷺ کو متجر قرار دیا جاتا ہے اور سراہا جاتا ہے ان کے سر پر بطور نشان مجاہد سرخ رومال باندھ دیا گیا تھا اور جس پر اس صحابی رسول ﷺ کو فخر و غرور حاصل ہوا تھا۔

یہی وہ رنگ ہے جس نے میدان کربلا کو سرخی شہداء سے روشن کر کے تاریخ میں اپنی اہمیت واضح کی ہے۔ اسی نشان کو بزرگان عظام نے مظہر جلالت و جمالیت الہی قرار دے کر اپنایا اور تصوف کا ایک جزو لازمی قرار دیا۔

سرخ رنگ کی رمزیت یہ ہے کہ جذبہ کارنگ ہے۔ موجودہ لمحہ کارنگ ہے غلبہ الہی کارنگ ہے مجاہد کارنگ ہے شہید کارنگ ہے بحیثیت کل مولائے کل فخر فقر عالمین سیدنا امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا رنگ ہے اور جن سے فقر و قلندر کی راہیں ہموار ہوئیں تھیں۔

یہی وہ رنگ ہے جو مدینہ و نجف کی خاک کا سرمہ حیات بنا اور اسی رنگ نے

کفر و الحاد کے منجھار میں طوفان پیا کر کے کشتی و ایمان کو قوت استقامت بخشی اور دوستان محبت الہی کو رقمطراز کیا۔

اسی لئے تصوف میں بالعموم اور سلسلہ قلندریہ میں بالخصوص اس سرخ رنگ کو ان تمام جذبوں کا سرمایہ قرار دیتے ہوئے اولیت بخشی گئی اور ہر بات کو سرخ رنگ کی رمزیت کے دائرہ میں پرکھ کا ذریعہ بنایا اور سرخ لباس پہن کر معاشرے میں اپنے آپ کو نمایاں کیا اور یہی سرخ رنگ قلندر کی پہچان بنا اور سرمایہ حیات قرار پایا۔

اصولوں کی پابندی:

ہر قلندر کو ذیل کے اصولوں کا پابند ہونا ضروری ہے۔

- ۱۔ اللہ رب العزت کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور دل سے اس کی تصدیق کرنا۔
- ۲۔ ملائکہ کے وجود کو تسلیم کرنا اور کائناتی نظام میں ان کی تعیناتی کا یقین رکھنا۔
- ۳۔ تمام آسمانی کتب پر صدق دل سے ایمان لانا اور ان میں بیان کئے گئے احکامات کو درست جاننا۔
- ۴۔ اللہ رب العزت کی جانب سے بھیجے گئے تمام پیغمبروں کو سچا ماننا۔
- ۵۔ روزِ محشر پر ایمان رکھنا، سزا و جزا اور جنت و دوزخ کو تسلیم کرنا۔
- ۶۔ قرآن مجید کو آخری آسمانی کتاب تسلیم کرنا اور اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونا۔
- ۷۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرنا اور انہیں تمام مخلوقات سے اعلیٰ و افضل تسلیم کرنا۔

حضرت شاہ حسین بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلندر کے بیاید در عبادت
قلندر کے بگنجد در اشارت

قلندری مولانا اشرف علی تھانوی کی نظر میں:

قلندر ایک خاص اصلاح ہے قلندریہ ایک طبقہ اولیاء اللہ میں ہوتا ہے جو ایک خاص مذاق اور ایک مخصوص رنگ نسبت سے مشرف ہوتا ہے جن میں اولیاء اللہ کو ہر وقت حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ ایک خاص کیفیت استحضاری نصیب ہو جاتی ہے اور ان کے سر پر ہر وقت نسبت کا گویا ایک پہاڑ رکھا ہوتا ہے ایسے حضرات بظاہر تکثیر نوافل اور تکثیر وظائف میں مشغول نظر نہیں آتے ہیں لیکن ان کے باطن پر کسی وقت غفلت اور ذہول طاری نہیں ہوتا ہے یہ حضرات تکثیر اوراد اور وظائف سے زیادہ اس امر کا اہتمام رکھتے ہیں کہ قلب ایک لمحہ کو بھی حق تعالیٰ شانہ سے غافل نہ ہو اسی مذاق کا نام مذاق قلندری ہے۔ بہر حال قلندر کو جاننے کے لئے ایک پیہم سعی اور ذہنی فکر و عمل کی ضرورت ہے اور جس نے اس کو جان لیا وہ اسی کا ہو رہا اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے اس پیغام کو جاننے کا نام ہی قلندر بن جاتا ہے۔

جام	مہر	علی	ز	در دستم
بعد از	جام	خوردہ	ام	ہستم
کر	اندر	قلندری		بستم
از	دل	پاک	حیدری	ہستم
حیدری	ام	قلندرم		ہستم
بندہ	مر تضی	علی		ہستم

اور جب یہ جذبہ فزوں تر ہو کر قلندر کا اعمال نامہ بن جاتا ہے پھر بقول

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

دبدبہ قلندری ، طنطنہ سکندری

آں ہمہ جذبہ کلیم ایں ہمہ سحر سامری

اور پھر اسی کی بدولت قلندر روحانی فتوحات اس طرح حاصل کرتا ہے کہ مقابلتہ بڑے سے بڑے نامی گرامی بادشاہ کی پرہیت افواج بھی حاصل نہیں کر پاتیں اور بقول ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

آں بہ نگاہ می کشد' این بہ سیاہ می کشد
آں ہمہ صالح و آتشی' این ہمہ جنگ و داوری

قلندری نے ثقافت اسلامیہ میں ایک ایسے فکری و روحی ادارہ کو ابھارا جس سے بے نفسی، بے لوث اظہار حق، بے پناہ قناعت جیسی عظیم و لازوال اقدار پروان چڑھتی ہیں پھر خود قلندری کو محض ظواہر تک محدود نہیں رہنے دیا گیا بقول کسے:

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند



نام و نسب

ہمیں بھی نعمت جمعیت خاطر عطا کر دے

کہ تسکین پریشاں روزگاراں تیرا صدقہ ہے

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا نام ”سید محمد عثمان“ ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ نسب کے متعلق کتب سیر میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب تیرہویں پشت میں حضرت سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔

- ۱۔ حضرت سید محمد عثمان المعروف حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۔ بن حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۔ بن حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ
- ۴۔ بن حضرت سید نور شاہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۵۔ بن حضرت سید محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۶۔ بن حضرت سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۷۔ بن حضرت سید ہادی رحمۃ اللہ علیہ
- ۸۔ بن حضرت سید مہدی رحمۃ اللہ علیہ
- ۹۔ بن حضرت سید منتخب رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۰۔ بن حضرت سید غالب رحمۃ اللہ علیہ

- ۱۱۔ بن حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ
 ۱۲۔ بن حضرت سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ
 ۱۳۔ بن حضرت سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
 بمطابق تذکرہ صوفیائے سندھ از اعجاز الحق قدوسی بحوالہ لب تاریخ سندھ قلمی
 نسخہ میں ذیل کا اضافہ موجود ہے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے چھ فرزند تھے۔

- ۱۔ حضرت سید امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ
 ۲۔ حضرت سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ
 ۳۔ حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
 ۴۔ حضرت سید عمر رحمۃ اللہ علیہ
 ۵۔ حضرت سید محمد رحمۃ اللہ علیہ
 ۶۔ حضرت سید اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاریخ اولیاء گجرات میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے:

- ۱۔ حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ
 ۲۔ بن حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ
 ۳۔ بن حضرت سید محمود رحمۃ اللہ علیہ
 ۴۔ بن حضرت سید صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ
 ۵۔ بن حضرت سید شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ
 ۶۔ بن حضرت سید نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

- ۷۔ بن حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ
- ۸۔ بن حضرت سید صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ
- ۹۔ بن حضرت سید اسلام الدین رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۰۔ بن حضرت سید مومن شاہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۱۔ بن حضرت سید خالو شاہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۲۔ بن حضرت سید محبت الدین رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۳۔ بن حضرت سید محمد سبزواری رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۴۔ بن حضرت سید عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۵۔ بن حضرت سید غالب الدین رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۶۔ بن حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۷۔ بن حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۸۔ بن حضرت سید اسماعیل ثانی رحمۃ اللہ علیہ
- ۱۹۔ بن حضرت سید محمد رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۰۔ بن حضرت سید اسماعیل اعراج اکبر رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۱۔ بن حضرت سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

خزینہ الاصفیاء میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا

گیا ہے:

- ۱۔ حضرت سید عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ
- ۲۔ بن حضرت سید حسن کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۔ بن حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ
- ۴۔ بن حضرت سید صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ

- ۵۔ بن حضرت سید شاہ رحمۃ اللہ علیہ
 - ۶۔ بن حضرت سید خالد الدینہ رحمۃ اللہ علیہ
 - ۷۔ بن حضرت سید محبت رحمۃ اللہ علیہ
 - ۸۔ بن حضرت سید مشتاق رحمۃ اللہ علیہ
 - ۹۔ بن حضرت سید نور الدین اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ
 - ۱۰۔ بن حضرت سیدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
- قلندر نامہ لب تاریخ سندھ اور تاریخ کنز الانساب کے مطابق سید محمد شاہ
سید نور شاہ کے والد جبکہ تحفۃ الکرام کے مطابق سید محمد شاہ سید نور شاہ کے دادا ہیں۔ اس
طرح کے اختلافات مختلف کتب میں دیئے گئے تمام شجروں میں موجود ہیں۔



القابات

محفل دہر میں رکھے جو ترا نورِ قدم
شمع خورشید ، چراغِ تہ دامن ہو جائے

حضرت سید محمد عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کے القابات بے شمار ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دین اسلام کی خدمت اور صوفیاء کرام میں اعلیٰ مقام پر بے شمار القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ ذیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے القابات اور ان کی وجہ تسمیہ بیان کی جا رہی ہے۔

- ۱۔ لعل
- ۲۔ سیف اللسان
- ۳۔ قلندر
- ۴۔ مہدی
- ۵۔ شمس الدین
- ۶۔ شہباز

لقب لعل کی وجہ تسمیہ:

مرآة الکونین اور تذکرة الانساب کے مطابق حضرت سید محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو لعل اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ عموماً لال رنگ کے کپڑے پہنا کرتے تھے جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کے ایک اور بزرگ حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی سرخ رنگ کا لباس پہنتے تھے اور انہیں اپنے مرشد کی جانب سے سرخ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

لقب سیف اللسان کی وجہ تسمیہ:

تاریخ سروری کے مطابق سیف اللسان کا لقب حضرت سید محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو اس لئے ملا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جو کچھ بھی اپنی زبان سے فرماتے تھے وہ کہا اسی وقت پورا ہو جاتا تھا۔

لقب قلندر کی وجہ تسمیہ:

حضرت سید محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو قلندر کا لقب اس لئے ملا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی قلندری اختیار کئے رکھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمہ وقت جذب و سکر کی کیفیت میں رہتے تھے۔

لقب مہدی کی وجہ تسمیہ:

حضرت سید محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو مہدی کہنے کی وجہ بحوالہ کتاب ”پیچ الکرامتہ فی آثار القیامۃ“ مصنف نواب سید صدیق حسین کچھ یوں ہے:

”گویم جماعتی در حق ایساں گمان مہدیت رفتہ دوگونہ اندیکی اولیائی
صلحائی ست دیگر امرا اہل حکومت اول سید محمد بخش و شیخ ادریس
رومی و شاہ نعمت اللہ ولی شہباز قلندر اتباع او قلندر بنام دارنداین
مردمی صالح بود۔“

بیشتر لوگ حضرت سید محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو حق پر ہونے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مہدی ہونے کا گمان رکھتی ہے کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر لحاظ سے اولیاء کی طرح صلح جو طبیعت کے مالک تھے۔ اہل حکومت اول سید محمد بخش و شیخ ادریس رومی اور شاہ نعمت اللہ ولی اور شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اسی طریق سے ہیں اور قلندرانہ انداز میں اتباع رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ اس مرد صالح میں پایا جاتا ہے اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مہدی آخر الزماں بھی کہا جاتا ہے۔

لقب شمس الدین کی وجہ تسمیہ:

حضرت سید محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو شمس الدین کا لقب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تبلیغ اسلام کے عوض ملا کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دین اسلام کی تبلیغ کے لئے سندھ اور برصغیر کے وسیع و عریض خطے میں بے پناہ کوششیں کی ہیں۔

لقب شہباز کی وجہ تسمیہ:

تذکرہ الانساب، معراج الولايت اور مراة الکونین کی روایات کے مطابق حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا مرید کرنے کے بعد ”قلندر شہباز“ کا لقب دیا تھا لیکن اس کی تصدیق کسی مصدقہ ذریعہ سے نہیں ہوتی البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں موجود تھے اور حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اچھے روابط تھے۔

حضرت سید محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو لعل شہباز قلندر کیوں کہا جاتا ہے اس کے متعلق کتب سیر میں مختلف آراء موجود ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں چونکہ شہباز کی مانند چمکتی تھیں اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس خطاب سے نوازا تھا۔ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم عصر بزرگوں شیخ الشیوخ و العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری المعروف حضرت جہانیاں جہاں گشت اور حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک چلتے چلتے رک گئے اور چہرہ مبارک پر پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ساتھی بزرگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پریشان دیکھ کر پوچھا:

”مخدوم! کیا ہوا؟“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غمزہ لہجے میں کہا:

”میرا ایک مرید اس وقت بڑی مشکل میں پھنس گیا ہے۔ آپ

حضرات اپنا سفر جاری رکھیں میں ابھی آتا ہوں۔“

یہ فرما کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح جست لگائی جیسے ہوا میں پرواز کر رہے

ہوں۔ دوسرے ہی لمحے آپ رحمۃ اللہ علیہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ کچھ دیر بعد شیخ الشیوخ و

العالم حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، حضرت جلال الدین سرخ بخاری المعروف

حضرت جہانیاں جہاں گشت اور حضرت مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ

رحمۃ اللہ علیہ کو سامنے سے آتے دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک اجنبی شخص تھا۔ پھر جب

چاروں بزرگ اپنی منزل پر پہنچ گئے تو ایک نے دریافت کیا:

”مخدوم! کیا یہی وہی مرید ہے جس کی وجہ سے آپ پریشان

تھے۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

”حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے مرید کو گردابِ بلا سے

نکال کر عافیت کے ساحل تک پہنچایا۔“

منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر تینوں عارفانِ وقت بے ساختہ

پکار اٹھے:

”مخدوم! آپ شاہ باز ہیں۔“

چنانچہ اس دن سے ہی حضرت سید عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا لقب شاہ باز مشہور ہو گیا اور

پھر یہ لفظ کثرتِ استعمال کی وجہ سے شہباز ہو گیا۔

اسی قسم کی ایک اور روایت سیر العارفین اور جواہر فریدی میں اس طرح بیان

ہوئی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید دوسرے شہر میں رہنا تھا دشمنوں نے اس کے خلاف

سازش کی اور اسے ایک سنگین مقدمے میں پھنسا دیا۔ مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نے پر زور لہجے میں صفائی پیش کرتے ہوئے کہا:

”میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرا اس جرم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

قاضی کو ایک مسلمان کے بیان پر یقین آ گیا اور مخالفین نے عدالت میں جھوٹے گواہ کھڑے کر دیئے۔ وہ لوگ بھی اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر جان کر قسمیں کھاتے رہے کہ یہ شخص مجرم ہے اور موت کے خوف سے جھوٹ کا سہارا لے رہا ہے۔ قاضی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید سے کہا:

”تمہارے خلاف بہت سی شہادتیں موجود ہیں اور اگر تم ایک بھی

گواہ پیش کر دو گے تو میں تمہیں رہا کر دوں گا۔“

دشمن بہت ہی زیادہ بااثر تھے اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کے حق میں کوئی ایک بھی گواہی نہ دے سکا۔ نتیجتاً قاضی نے اسے پھانسی کی سزا سنائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بزرگ دوستوں کے ہمراہ سفر میں تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مرید کی پکار سنائی دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا حال دیکھا کہ سپاہی اسے کھینچتے ہوئے پھانسی کے تختہ کی جانب جا رہے ہیں۔ اسی دوران مغرب کی جانب سے سیاہ آندھی اٹھی اور چاروں طرف پھیل گئی اور ہر جانب اندھیرا ہو گیا۔ پھر گرد و غبار صاف ہوا تو سپاہی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے اور وہ قیدی غائب تھا جسے کچھ دیر بعد پھانسی دی جانے والی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید کو چھڑا کر لے گئے تھے۔ قلندر کے اس روحانی تصرف کو دیکھ کر ان کے ہم عصر بزرگوں نے انہیں شہباز کا لقب دیا تھا۔



مروند

مروند کے بارے میں تاریخ کی کتب میں بے شمار مختلف روایات پائی جاتی ہیں اور ان روایات میں مطابقت پیدا کرنا ایک عام انسان کے لئے بے حد مشکل ہے۔ ذیل میں مختلف روایات کو مختصراً بیان کیا جا رہا ہے۔

حکیم فتح محمد سہوانی نے اپنی تصنیف ”قلندر نامہ سندھی“ میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی وطن کے متعلق تحریر فرمایا ہے:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقی وطن ”مروکد“ ہے جو آذربائیجان اور تبریز کے وسط میں واقع ہے اور ایران کا ایک مشہور قصبہ ہے۔“

صاحب لب تاریخ از خداداد خان لکھتے ہیں:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقی وطن مہمند ہے جو افغانستان میں ہرات کے قرب و جوار میں واقع ہے اور افغانستان کا ایک قصبہ ہے۔“

سید غلام علی آزاد بلگرامی مصنفت ”آثار الکرام“ کے مطابق:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا وطن ”مرند“ تبریز کے دیہات میں سے ایک دیہات ہے۔“

”آب کوثر“ کے مصنف شیخ اکرم اور ”روزنامہ الوحید“ کے سندھ آزاد نمبر میں

منقول ہے:

”حضرت لعل شہباز قلندرؒ آذربائیجان کے ایک گاؤں مرند میں پیدا ہوئے۔“

محبوب علی چند کی تحقیق کے مطابق:

”حضرت لعل شہباز قلندرؒ کا حقیقی وطن مرند ہی ہے۔“

ان حقائق کی روشنی میں اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم تواریخ، قدیم جغرافیوں اور سفر ناموں میں ایسے کسی شہر کا نام نہیں ملتا۔ پھر بھی عین ممکن ہے کہ درحقیقت مرند ہی ہو ہاں مگر اس کے مقابلہ میں مرو نامی شہر کا نام ملتا ہے جو ہرات کے شمال میں ”کشک“ نامی شہر کے قریب واقع ہے اور یہ افغانستان اور ترکستان کی سرحد پر واقع ہے اور ”وادی کشک“ ۱۴۰ میل شمال میں ایک خشک لق و دق صحرا کے اندر خیابان ہے اور یہ شہر بے حد قدیم ہونے کے ناطے سکندر اعظم کے عہد میں بے انتہا عالیشان شہر تھا اور اس زمانہ میں علم و عرفان اور دولت کا مرکز تھا۔

نامور مورخ اصطغری ابن موئل اور مقدسی لکھتے ہیں:

”مرو نامی شہر نہایت عالی شان شہر تھا جو اپنی شان و شوکت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ عہد سلاجقتہ میں یہاں ایک بہت بڑا عالیشان مدرسہ موجود تھا جو آج کے دور کی کسی بھی یونیورسٹی کے برابر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس دور میں ”مرو“ سے ”مراو الرود“ کو جدا کرنے کے لئے ”مرو اشا جہان“ کہا جاتا تھا جو کہ آج کل سابقہ روس کی سرحد کے نزدیک واقع ہے۔“

یا قوقت حموی ابن موئل کے مطابق:

”خراسان میں مرو کے علاوہ میمنہ نامی شہر بھی موجود ہے جس کا

پہلے نام ”ایمپھودان“ یا ”الیہودیہ“ تھا جس کا محل وقوع علاقہ زیجان ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں پہلے یہودیوں کی کثیر تعداد آباد تھی۔ جب بنو کندز وے نے بیت المقدس شہید کیا تو اس کے بعد اس شہر کا نام ”میمنہ“ یعنی مبارک شہر رکھ دیا گیا۔“

اس کے علاوہ ذایستان میں میمند یا میوند نامی شہر کے آثار بھی ملتے ہیں لیکن موجودہ دور میں مروند آذربائیجان کے علاوہ اور کوئی شہر دنیا کے نقشہ میں موجود نہیں ہے۔ سیرت نگاروں کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا وطن مروند آذربائیجان ہی ہے۔

”مرند“ نامی شہر دریائے خدی کے دہانے پر دریا کی ایک شاخ کے کنارے واقع ہے جو کہ ”خدی دریا“ میں آ کر ملتی ہے۔ یہ شہر آذربائیجان کی حدود میں ہے اور تبریز سے جانب شمال تقریباً ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

مقدسی کی تاریخ کے مطابق یہ شہر چوتھی صدی ہجری میں ایک چھوٹا سا قلعہ تھا جس میں ایک خوبصورت سی مسجد تھی اور شہر کی بیرونی آبادی باغات سے بھر پور تھی اور اس میں ایک صاف ستھرا اور بارونق بازار موجود تھا۔

بقول یاقوت حموی:

”مروند شہر کو کردوں نے برباد کر دیا تھا اور اس کو لوٹنے سے پہلے یہاں کی آبادی کو یرغمال بنا لیا تھا۔“

بقول مقدسی:

”جس دریا پر مرند واقع ہے اس کا نام زولو یا زکوریہ ہے۔ یہ وسیع اور عالیشان شہر ہے۔ اس شہر کو سرخ رنگ بنانے کی صنعت کی وجہ سے اچھی خاصی شہرت حاصل ہے۔ شہر کے گرد و نواح کے سات

گاؤں یا قصبات اس کی حدود میں شامل ہیں۔“

ان تمام حقائق کی روشنی میں یہ بات بلا جھجک کہی جاسکتی ہے کہ اصل نام مرند ہے جس میں گردشِ زمانہ نے ”می“ اور ”و“ کے الفاظ کا اضافہ کر کے اسے ”مروندی“ بنا دیا ہے۔

مروند کے متعلق حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیان کیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیاحت کے واقعات میں ”مرند“ کا ذکر کرتے ہیں جو سندھی زبان میں مروند کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

قصیدہ قلندر یہ میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دمبدم رحمت خداوندی

باد بروح شاہ مروندی

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تین غزلیں ایسی ہیں جن میں مروندی کا لفظ موجود ہے لیکن سیرت نگاروں کو اس سے اختلاف ہے کہ یہ غزلیں خود حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں یا نہیں؟ اور ان میں سے ایک غزل حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ خواجہ غریب نواز سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد پاک کی ہے جب کہ بقیہ دو غزلیں حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں جو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد پاک ہیں۔

حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی غزل کا مقطع اس طرح سے ہے:

آیا عثمان مروندی چرا مستی درین عالم

بجز ہستی و مدہوشی دگر چیزی نمی دانم

کلام کا موازنہ:

اس ضمن میں کلام کا موازنہ حسب ذیل ہے:

حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ:

چہ تدبیر اے مسلمانان کہ من خود راغی دانم
 نہ ترساؤ یہودی امّ دے گبرو مسلمانم
 اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ:

من آن دژم در بحر جلال اللہ بودستم
 بکوه طور با موسیٰ کلیم اللہ بودستم
 لب تاریخ سندھ ص ۲ کے مطابق:

آیا عثمان میمندی چراستی دریں عالم
 کہ جز باہو و یامن ہو دگر چیزے نمی دانم
 حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ:

منم عثمان ”مروندی“ کہ یار خواجہ منصورم
 ملامت می کند خلقی و من برادر می رقصم

یا

من آن عثمان ”مروندی“ کہ یار خواجہ منصورم
 نہ گرزم از ملامت آن کہ من بردار می رقصم

یا پھر

آیا عثمان ”مروندی“ سخن با پردہ داران گو
 بیابی در جہاں یارے جہانے پُر ز اغیار ست



والد بزرگوار حضرت سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

کانٹے جو راہ کے ہیں، ہٹاتا چلوں گا میں
آئی جو کوئی وادی پُر خار لے چلو
میں تشنہ کام عشق ہوں یاروں مدد کرو
تم ہو شرابِ عشق سے سرشار لے چلو

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
کی ولادت مروند میں جمادی الثانی ۵۵۰ھ میں ہوئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۵۹۰ھ
میں چالیس برس کی عمر میں ہوا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو کتب سیر میں ”ابراہیم جوابی“ کے
لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسائلِ غسل و وضو پر
طالب علموں کی ایک جماعت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سے سوال کئے جن کے جوابات
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت سہل اور جامع الفاظ میں فی الفور دیئے جن کی بناء پر آپ رحمۃ اللہ علیہ
جوابی کہلانے لگے۔

حضرت سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سیر و سیاحت کا بے حد شوق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ
شہید کر بلا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس کی زیارت کے لئے کر بلا معلیٰ
تشریف لے گئے اور وہاں سے معرفت ولایت کے اسمِ اور رموز میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے پناہ
آگہی حاصل ہوئی۔

حضرت سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ درجاتِ عرفان میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری عمر میں بادشاہ وقت کی صاحبزادی سے شادی کی جو ایک خواب کی مرہونِ منت ہے۔

حضرت سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ قلندروں کی ایک جماعت دف بجا بجا کر گارہی ہے اور بلند آواز سے کہتی جا رہی ہے کہ سید ابراہیم کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا قلندروں میں اعلیٰ شان کا امیر قلندر ہوگا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنی جوانی میں حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مختلف ممالک کی سیر و سیاحت میں مصروف رہے اور دورانِ سیاحت بخارا پہنچے۔ بخارا سے آپ رحمۃ اللہ علیہ ابوالحسن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے نجف اشرف حاضر ہوئے۔ یہاں ایک رات آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں:

”عثمان (رحمۃ اللہ علیہ)! تم بلا تاخیر کربلا معلیٰ پہنچو وہاں تمہارے والد مقیم ہیں اور تمہیں دیکھنے کے لئے بے قرار ہیں۔“

کتب سیر میں اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین کی زیارت اور حصولِ علم کے لئے طویل سفر پر روانہ ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کربلا معلیٰ تشریف لے گئے۔ جب ان کا آخری وقت آن پہنچا تو وہ بیٹے کو یاد کر کے بہت روتے تھے۔ اسی دوران حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے عالم خواب میں بزرگ کی بات سنی اور پھر دوسرے دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کربلا معلیٰ روانہ ہو گئے۔ حضرت سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”بیٹا! یہ دنیا دار الامتحان ہے اور میں نے اپنے اللہ سے عمر بھر بس

ایک ہی دعا مانگی کہ وہ ذاتِ پاک تمہیں ہر آزمائش میں ثابت قدم رکھے۔“

اس واقعہ کے چار روز کے بعد حضرت سید کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے رخصت ہو گئے اور کربلا معلیٰ میں حضرت سیدنا امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کے قریب ہی مدفون ہوئے۔

روایات کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ہرات کے بادشاہ کی بیٹی تھیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کے متعلق کتب سیریکسر خاموش ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا وصال آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کی زندگی میں ہی ان سے کچھ عرصہ قبل ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ والد بزرگوار کی سیاحت کے دوران بیس برس تک اپنی والدہ کے پاس رہے۔ دل میں آرزو تھی کہ اپنے گاؤں سے باہر جا کر بھی علم دین حاصل کریں مگر جب بھی ارادہ کیا تو والدہ کی اطاعت نے راستہ روک لیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ یہ سلسلہ قریباً بیس برس تک چلتا رہا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جوانی کے ایام والدہ کی خدمت اور اطاعت گزاری میں گزار دیئے۔

بقول صاحب بستان العارفین حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا وصال بھی کربلا معلیٰ میں ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت سیدنا امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کے قریب مدفون کیا گیا۔



ولادت باسعادت

کس طرح تصور میں وہ جانِ حیا آئے
تصویر کھینچے کیسے اس برقِ مجسم کی
لب تاریخِ سندھ کے مورخ خداداد خان کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر
رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کا قصہ یوں بیان فرماتے ہیں:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت سید کبیر
رحمۃ اللہ علیہ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ایک رات حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ
نے خواب میں دیکھا کہ نہایت پر فضا مقام ہے اور ہر جانب دلکش
باغات اور سبزہ ہے، میوہ دار درخت ہیں اور ان کے قریب صاف
و شفاف پانی کی نہریں بہ رہی ہیں، طائرانِ خوان الحان نغمے گا
رہے ہیں اچانک ایک گوشے سے سرخ رنگ والا ایک خوبصورت
بچہ نمودار ہوتا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے مجھے اس
مقام سے باہر لائیے۔ حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر تک اس
خوبصورت بچے کو دیکھتے رہے پھر مسکراتے ہوئے فرمایا جنت سے
باہر آنا افضل ہے۔ جیسے ہی حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے
یہ الفاظ ادا ہوئے وہ خوبصورت بچہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس
کے ساتھ ہی حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ کھل گئی۔ یہ بڑا عجیب

خواب تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر تک اپنے خواب پر غور کرتے رہے مگر جب ذہن اس کی کوئی عقلی توجیح پیش نہ کر سکا تو پھر اسے محض خواب سمجھ کر فراموش کر دیا۔ کچھ دن کے بعد حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ وہی خواب دیکھا سرخ رنگ والا وہی خوبصورت بچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے والد بزرگوار! مجھے اس مقام سے باہر لائیے۔ حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے بچے کی بات سن کر اپنا وہی جواب دہرایا کہ جنت سے باہر آنا افضل ہے۔ اب کی بار بچہ خاموش نہیں رہا۔ اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا دنیا میں ظاہر ہونا بھی اچھا ہے اور یہ کہہ کر وہ بچہ غائب ہو گیا۔ بچے کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہو گئے۔ صبح صادق کا وقت تھا تھوڑی ہی دیر کے بعد فجر کی اذان شروع ہو گئی اور ارض و سما کی وسعتوں میں اللہ عزوجل کی کبریائی بیان ہونے لگی۔ دوسری مرتبہ اسی بچے کو خواب میں دیکھنے کے بعد حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کچھ مضطرب ہو گئے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو تعبیر الرویاء کے ماہر تھے۔ بزرگ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خواب سننے کے بعد دریافت فرمایا سید! کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ شادی شدہ ہیں؟ حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے نفی میں جواب دیا۔ وہ بزرگ بولے قدرت چاہتی ہے کہ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ شادی کر لیں وہ بچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ہے جسے قدرت عدم سے وجود میں لانا چاہتی ہے۔ حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگ کی بات سن کر حیرت کا اظہار کیا۔ وہ بزرگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حیران دیکھ کر بولے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو

حق تعالیٰ سے امید رکھنا چاہئے کہ وہ ایک غیر معمولی بچہ ہوگا۔ حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے تھے مگر بزرگ کی ہدایت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ بدل گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض بے تکلف دوستوں کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ پھر یہ خبر اڑتے اڑتے اس وقت ہرات کے بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچی اور اس نے اپنی عقیقہ بیٹی کا نکاح آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔“

لب تاریخ کی روایت کے مطابق ہرات کے بادشاہ نے بھی ایک خواب دیکھا تھا اور اسے خواب میں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کا عقد حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ سے کر دے۔ الغرض یہ شادی ہو گئی اور پھر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس جہان فانی میں تشریف لائے۔ لب تاریخ کے مؤلف نے بادشاہ اور اس کی بلند کردار بیٹی کے نام تحریر نہیں کئے ہیں۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب والدہ کے پیٹ میں موجود تھے تو ان کو ایک رات حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سے فرمایا:

”میری بیٹی! میں تم کو یہ بشارت دیتی ہوں کہ تمہارا فرزند اللہ عزوجل کا محبوب اور اس کی مخلوق کا برگزیدہ اور مشہور قلندر ہوگا اور اس کی ذات سے اللہ عزوجل بے شمار گنہگاروں کی توبہ قبول کرے گا۔ میری بیٹی! جب وہ پیدا ہو تو اس کے دونوں کانوں میں بلند آواز سے کلمہ طیبہ کہنا اور اپنے فرزند کو میرا سلام کہنا۔“

چنانچہ جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق عمل کیا اور یہ یقین کر لیا کہ میرا فرزند

اللہ عزوجل کا محبوب اور اس کے دین کا خیر خواہ ہوگا۔

ویرانی دل حالِ زبوں ، دیدہ پر نم
خاموش ہیں لیکن لب اظہار بہت ہیں
فیضانِ جنوں سے ہمیں آساں نظر آئے
وہ مرحلے جو عشق میں دشوار بہت ہیں

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک جب چھ برس ہوئی تو ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار نے غور سے اپنے بیٹے کے نقش و نگار دیکھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی صورت ہو بہو اسی بچے سے ملتی تھی جسے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دو مرتبہ خواب میں دیکھا تھا۔

”قلندر نامی سندھی“ کے مصنف حکیم فتح محمد سیوہانی کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت اور تاریخ وصال ذیل کے مصرعوں سے بخوبی عیاں ہوتی ہے۔

بدر کن رنج از فلک کرامت

۵۳۸ھ تاریخ ولادت

سن عمرش ”ولی اللہ“ وفاتش

۱۱۲ھ عمر مبارک

سروش غیب می گوید ”برحمت“

۶۵۰ھ تاریخ وفات

اس کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۵۳۸ھ نکلتا ہے۔

بستان العارفین ص ۳۳ کے مطابق بھی یہی سن ولادت ہے۔

جبکہ لب تاریخ سندھ ص ۴ کے مطابق ۵۷۳ھ بمطابق ۱۱۷۷ء ہے۔

تذکرہ صوفیائے سندھ اردو ص ۱۹۹ پر اعجاز الحق قدوسی نے لب تاریخ سندھ کے سن ولادت کو درست قرار دیا ہے۔

ہے تجھ کو اختیار مٹا دے کہ شاد کر
تیرا ہی گھر ہے یہ دل سوزاں کہیں جسے

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر اس قدر حسن و جمال تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی کے نور سے چودھویں کے چاند کی چاندنی بھی مات ہوتی تھی۔ تبریز اور آذربائیجان سے ۴۰ میل کے فاصلے پر مروند واقع ہے۔ اس میں ایک قلعہ اور خوبصورت مسجد ہے اور مروند کو چاروں طرف سے باغات نے گھیرا ہوا ہے۔ انہی باغات مسجد اور دیگر تاریخی جگہوں پر روحانیت کے اس پروانے نے اپنی زندگی کے ابتدائی دن گزارے اور ریاضت و ولایت کی منازل طے کرتا ہوا ایک دن شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے روشن ہوا جس کی صوفشانی سے آج سیہون شریف منور اور تاباں ہے۔



ابتدائی تعلیم و تربیت

جس نام کے صدقے میں ملی دولت کونین

وہ نام مرے صل علی ورد زباں ہے

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بچپن ہی سے دینی علوم کی جانب تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس شوق کی خاطر بے پناہ محنت بھی کی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک ابھی چند برس تھی کہ والدین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گاؤں کی مسجد میں ابتدائی دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے بھیجنا شروع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ پیار کرتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ ان کا بیٹا دینی علوم میں مہارت حاصل کرے اور اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ابتدائی تعلیم کے لئے اپنے گاؤں کی مسجد میں بھیجنا شروع کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ بھی بہت تیز تھا اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی عمر میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا اور اس میں بے پناہ مہارت حاصل کر لی۔ علاوہ ازیں چھ برس کی عمر میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ دین کے چیدہ چیدہ مسائل مثلاً نماز، روزہ اور طہارت کے بارے میں مکمل طور پر آگاہی حاصل کر چکے تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اس عرصہ کے دوران ابتدائی علوم کے علاوہ عربی اور فارسی زبان میں بھی مہارت حاصل کر لی اور اس زمانہ کے نامور لوگوں سے اپنی

خدا داد صلاحیتوں کا اعتراف بھی کروایا اور شاباشی بھی پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ابتدائی زمانہ سے ہی دنیا بھر میں شہرت تام حاصل کر لی۔

دل میں ہے عشق تو آنکھوں میں نشہ سر میں سرور
گھر کے آنگن کی مہک گھر کے در و بام میں ہے

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب ملتان تشریف لائے تو اس زمانہ میں وہاں کا حاکم دہلی کے حاکم غیاث الدین بلبن کا بیٹا سلطان محمد تھا جو عالموں، عارفوں اور عابدوں کا بے حد معتقد اور قدردان تھا۔ جب اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کی خبر سنی تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تعظیم بجالایا اور تحائف دینے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتان میں قیام کی درخواست کی۔ اس سے پیشتر اس نے حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ملتان آنے کی درخواست کی تھی لیکن وہ اپنی ضعیفی کی وجہ سے ملتان نہ آسکے تھے اور معذرت کے خط کے ساتھ انہوں نے اپنی ایک کتاب بھی روانہ کی تھی جس میں اپنے اشعار اپنے ہاتھ سے رقم کئے تھے۔ غیاث الدین بلبن ۶۸۳ھ بمطابق ۱۲۸۵ء میں مغلوں سے لڑائی کے دوران مارا گیا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان محمد کی درخواست کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہاں پہلے سے ہی سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے نامور بزرگ شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دینے کے لئے موجود ہیں۔

مشہور مؤرخ برٹن وار سندھ ریس ص ۱۹۳ میں لکھتا ہے:

”ملتان میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے قیام کے دوران غیاث الدین نے سماع کی ایک عربی محفل کا اہتمام کیا اور اس محفل میں حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عارف باللہ حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ اس محفل

میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ دونوں ہی عالم وجد میں رقص کرنے لگے۔ خود حاکم ملتان کا بھی یہی حال تھا۔“

اس واقعہ سے بھی یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ عربی زبان کے بھی ماہر تھے جس کی وجہ سے عربی عبارت کے سرور کی روح تک جا پہنچے اور جہاں تک فارسی کا تعلق ہے تو اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دسترس اور رسائی کا اندازہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی کلام سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔
بحوالہ موج کوثر از شیخ اکرم:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے لسانیات اور صرف و نحو میں مہارت رکھتے تھے۔ ۱۸۵۲ء میں صرف و نحو کی جو کتب مروج تھیں مثلاً ”میزان الصرف“ اور ”صرف صغیر“ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی سے منسوب تھیں۔“



سعادتِ بیعت

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلمان سے حدیث سوز و سازِ زندگی کہہ دے
مصنف آثار الکرام کے مطابق:

”جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سن بلوغت کو پہنچے تو بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی سعادت حاصل کی اور بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ جمال مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔“

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ”تفجات الامن“ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نجیب الدین علی بن برعش شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر شیخ ابراہیم مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نامی ایک بزرگ گزرے ہیں۔ شیخ نجیب الدین کا وصال ۶۷۸ھ میں ہوا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وہی بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سیاحت کے دوران دنیا کے گوشہ گوشہ کا سفر کیا اور بے شمار بزرگانِ دین سے شرفِ نیاز حاصل کیا۔ فیض و برکات کی دولتوں سے اپنا دامن مراد بھرا اور پھر مکہ معظمہ پہنچے وہاں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ یہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہد اقدس پہنچے اور حضرت سید امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی یہاں پر ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بابا

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت کی اور پھر پیر و مرشد کی ہدایت کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سال سخت ریاضت و مجاہدہ کیا اور خرقة خلافت سے سرفراز ہوئے پھر انہی کے حکم پر آپ رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے اور سیہون شریف کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنایا۔

حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتب سیر میں منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں ایک پتھر رکھا ہوا تھا جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ ہاتھ میں اٹھاتے تھے اور پھر رکھ دیتے تھے۔ یہ وہی پتھر ہو جو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو مرشد پاک کی طرف سے عطا ہوا اور ”گلوبند“ کے نام سے مشہور ہوا۔

مصنف آثار الکرام نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہونے کے سلسلہ میں ایک روایت اس طرح بھی بیان کی ہے:

”ایک رات حضرت ابراہیم ولی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک خوب رو جوان سرخ لباس میں بیٹھا ہوا ہے انہیں کشف کے ذریعے معلوم ہوا کہ یہ سید عثمان (رحمۃ اللہ علیہ) ہے یہ معلوم ہونے کے بعد بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ باطنی اشارے کے مطابق قلندری طریقت پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے ایک سال کی خدمت میں رہ کر درجہ کمال کو پہنچے اور خرقة خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ایک سنگ مقبول عطا کیا جسے اب گلوبند کہا جاتا ہے جو بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مرشد حضرت سید جمال مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا۔ یہ گلوبند آج بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک میں لٹکا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پیر و مرشد سے بادام کی

ایک عصا بھی عطا ہوئی تھی جو اب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک میں جانب شمال رکھی ہوئی ہے۔“

ایک اور روایت کے مطابق یہ دونوں چیزیں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں سید علی رحمۃ اللہ علیہ کو دی تھیں اور وہ ہی ان کو سیہون شریف لائے تھے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ چیزیں دراصل حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ہیں اور دست بدست حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچیں اور ان چیزوں کا شہید کربلا امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچنے کے سلسلے میں بھی مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے یہ گلوبند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اسیری کی یادگار ہے جب یزیدی فوج نے آپ رضی اللہ عنہ کو پابند سلاسل کیا تھا تو یہ گلوبند اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے گلے میں طوق کے طور پر ڈال دیا گیا تھا۔

ایک اور روایت کے مطابق یہ حجر اسود کا ٹکڑا ہے جو شہید کربلا امام عالی مقام حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے آباؤ اجداد سے ملا تھا اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد دست بدست حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا تھا۔



حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

کارو حانی سلسلہ

خیر المجالس میں حمید شاعر لکھتے ہیں کہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ شاہ دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”سید جمال شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مدت تک مصر میں مفتی رہے۔ اہل مصر ان کو کتاب خانہ رواں کہتے تھے۔ جو بھی مشکل مسئلہ ہوتا تھا وہ اس کا جواب دیتے تھے اور ہرگز کسی کتاب کو نہیں دیکھتے تھے اچانک ان پر ایسا جذبہ اور حال طاری ہو گیا کہ وہ داڑھی اور مونچھ منڈوا کر قبرستان میں چلے گئے اور ایک چادر اوڑھ کر قبلہ کی طرف رخ کر کے متحیر اور دیوانہ وار آنکھیں جانب آسمان لگائے ہوئے بیٹھ گئے۔“

بعض تاریخوں میں درج ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بڑی محرومی ہے کہ کسی سیرت نگار نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات تحریر نہیں کئے

اور یہی کچھ معاملہ حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ان کے متعلق بھی کسی مورخ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کون تھے اور کس جگہ پر مقیم تھے؟

”الشہباز“ کے مصنف جلیل سیوہانی ہیں اور اس کتاب پر سن اشاعت موجود نہیں اس لئے اس کے مستند ہونے پر بھی شبہ ظاہر کیا جاتا ہے اس میں جلیل سیوہانی نے بے شمار تاریخی واقعات بیان کئے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہونے لگا تو حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

”تم اپنی منزل کو آسان کرنے کی غرض ہندوستان چلے جاؤ اور وہاں

پہنچ کر ہمارے ایک مرید سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی امانت

حاصل کرو۔“

جلیل سیوہانی نے الشہباز میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں سکونت پذیر تھے مگر کس شہر میں مقیم تھے؟ اس کا حوالہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ جلیل سیوہانی لکھتے ہیں کہ میری ناقص معلومات کے مطابق سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ نام کا کوئی صوفی ہندوستان میں پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی انہوں نے کسی دوسرے ملک سے ہجرت کر کے سرزمین ہندوستان کو کوئی رونق بخشی۔ پھر ہم سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کو کہاں تلاش کریں؟ اور اگر بالفرض ہم حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کو نظر انداز کر دیں تو پھر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ یہ اس دنیا کا ایک معروف کلیہ ہے کہ شاگرد اپنے استاد کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے۔ دیگر علوم و فنون میں عموماً اور صوفیت میں خصوصاً سلسلہ روحانی کا جاننا ضروری ہوتا ہے کہ فلاں صوفی تصوف کے فلاں خانوادے سے تعلق رکھتا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ چند بزرگ مادر زاد ولی پیدا ہوئے مگر آگے چل کر انہیں بھی کسی مرشد کامل کی ضرورت محسوس

ہوئی ہے۔

بیشتر محققین کی تحقیق کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد اول حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر بد قسمتی سے کسی مستند تاریخ میں ان کے حالات زندگی ہمیں نظر نہیں آتے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے مرشد حضرت شیخ سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت کو تکمیل تک پہنچایا۔

”سوانح لعل شہباز قلندر“ کے مصنف مختار احمد کاشف نے مفتی غلام سرور

لاہوری کی مشہور تصنیف ”خزینۃ الاصفیاء“ کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ

کے فرید تھے اور حضرت سید جمال شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بابا ابراہیم

رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ ازادت حاصل تھا۔“

خزینۃ الاصفیاء کے حوالے سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حضرت سید جمال شاہ

مجرد رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟

حضرت سید نصیر الدین چراغ شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ”خیر المجالس“

میں تحریر کرتے ہیں:

سید جمال ساؤ جی رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل مدت تک مصر میں مفتی کے

عہدے پر فائز رہے مصر کے باشندے حضرت ساؤ جی رحمۃ اللہ علیہ کو

کتب خانہ رواں یعنی چلتی پھرتی لائبریری کہا کرتے تھے۔ آپ

رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ کھڑے کھڑے مشکل سے مشکل

سوال کا جواب دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حوالہ پیش کرتے وقت

بھی کبھی کتاب کھول کر نہیں دیکھی۔ علماء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بار بار

آزمایا مگر ہر مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب درست پایا۔ پھر ایک دن

حضرت جمال ساؤ جی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے داڑھی مونچھ منڈوا دیں اور قبرستان میں جا کر بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک متقی اور پابند صنوم و صلوة انسان تھے مگر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی تو دنیا کے رسم و رواج کے ساتھ ساتھ نمازیں بھی چھوٹ جاتیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اس طرح قبرستان میں گوشہ نشین ہو جانا معمولی بات نہیں تھی۔ کچھ دن جب علمائے مصر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مجلسوں سے غیر حاضر پایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور متعلقین سے دریافت کیا کہ شیخ جمال ساؤ جی رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟ انہوں نے روتے روتے اپنے شیخ کی حالت بیان کی اور کہا وہ آج کل قبرستان کے سناٹوں میں رہتے ہیں اور اپنے قریبی دوستوں تک کو نہیں پہچانتے۔ علمائے مصر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حال سنا تو وہ حیران رہ گئے۔ پھر مصر کے سب سے بڑے عالم جو ”ملک العلماء“ کہلاتے تھے اپنے ہمراہ علمائے طاہر کی ایک جماعت لے کر قبرستان پہنچے اس وقت حضرت سید جمال مجرد ساؤ جی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کسی خاص منظر کے مشاہدے میں گم ہیں۔ ملک العلماء نے با آواز بلند سلام کیا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر دوسرے علماء نے مسنون طریقے کے مطابق سلام کیا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سلام کا بھی کوئی جواب نہیں دیا بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کو حرکت تک نہ ہوئی۔ ملک العلماء نے سوچا کہ ہو سکتا ہے ساؤ جی! جان بوجھ کر علماء کی جماعت

کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ اس لئے اس بار آپ ﷺ کو جھنجھوڑا گیا مگر آپ ﷺ کی کیفیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ علمائے مصر کی جماعت آپ ﷺ کے پاس اس لئے پہنچی تھی کہ آپ ﷺ کا احتساب کر کے دوبارہ نماز اور دیگر مذہبی امور کی تلقین کرے گی۔

ملک العلماء کا خیال تھا کہ حضرت سید جمال ساؤ جی ﷺ احتساب سے بچنے کے لئے خود کو فاتر العقل اور دیوانہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اس سوال کا جواب پانے کے لئے بے چین تھے کہ آپ ﷺ نے یہ غیر مسلموں کا سا حلیہ کیوں بنایا ہے اور نماز کیوں ترک کر دی ہے؟ ملک العلماء نے آخری مرتبہ آپ ﷺ سے اس حلیہ اور کیفیت کی وجہ دریافت کی اور پھر اپنے سوال کو تین مرتبہ دہرایا مگر آپ ﷺ نے کوئی تاثر قبول نہیں کیا نہ ہی پلکیں جھپکائیں اور نہ ہی اپنی نشست کا زاویہ تبدیل کیا۔ آخر ملک العلماء نے سزا کے طور پر رانگ کو پگھلا کر آپ ﷺ کے حلق میں ڈال دینے کا فتویٰ جاری کر دیا۔ الغرض رانگ کو پگھلایا گیا اور پھر زبردستی حضرت سید جمال شاہ مجرد ساؤ جی ﷺ کے حلق میں وہ رقیق دھات ڈال دی گئی۔ علماء کی جماعت کو یقین تھا کہ اس تکلیف دہ سزا سے آپ ﷺ چیخ اٹھیں گے مگر اس وقت حاضرین کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ ﷺ اسی طرح ساکت بیٹھے رہے، پگھلا ہوا سبسہ حلق سے اتر گیا اور آپ ﷺ نے اف تک نہ کی۔ یہ ایک ولی کی قوت برداشت اور مشاہدہ حق میں محویت کی اعلیٰ ترین مثال تھی۔ اس واقعے کا دوسرا حیرت انگیز اور ناقابل یقین پہلو یہ

تھا کہ پگھلی ہوئی دھات نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی گزند نہیں پہنچایا تھا
بالآخر ملک العلماء اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا
کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اب اللہ ہی ان کے معاملات کو
درست کر سکتا ہے۔“

مشہور صوفی سیاح حضرت حامد بن فضل اللہ جمال رحمۃ اللہ علیہ دورانِ سیاحت جب
مصر پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید جمال ساؤجی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق معلومات جمع کیں
اور انہیں اپنی تصنیف سیر العارفين میں تحریر فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”یہ احقر جب اس مقام مقدس پر پہنچا تو میں نے اس علاقے کے
علماء اور دیگر اکابرین کی زبانی جو معتبر تھے یہ سنا کہ حضرت سید جمال
شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل عرصہ تک مصر میں مقیم رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ
بہت خوبصورت اور نہایت باکمال انسان تھے۔ صاحب جمال ہونے
کی وجہ سے مصر کے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ”یوسف ثانی“ کہتے تھے۔
پھر ایک دن ایسا واقعہ پیش آیا کہ جس نے حضرت سید جمال شاہ
مجرد رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا ہی بدل ڈالی جس طرح عزیز مصر کی بیوی زلیخا
حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو کر تمام اخلاقی حدود سے گزر گئی
تھی بالکل اسی طرح امراء مصر میں سے ایک مشہور رئیس کی بیوی
حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کے حسن پر فریفتہ ہو گئی تھی۔ اس
بے حیاء عورت نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ دیا تھا اور بے حجابانہ
حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت میں خلل پیدا
کرنا شروع کر دیا۔“

حضرت سید جمال شاہ ساؤجی رحمۃ اللہ علیہ کو مجرد اس لئے کہتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ

نے شادی نہیں کی تھی۔

”خزینۃ الاصفیاء“ کے مصنف مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:
 ”حضرت سید جمال شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
 نے بھی رشتہ ازدواج قائم نہیں کیا تھا اور ساری زندگی تجرد کے عالم
 میں ہی بسر کی تھی اور اپنے پیشواؤں کے اسی دستور پر عمل کرتے
 ہوئے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شادی نہیں کی اور عمر
 عزیز اپنے سلسلہ روحانی کی تبلیغ میں گزار دی تھی۔“

ان تمام روایتوں کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت سید جمال
 شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ ہی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی مرشد تھے۔

علامہ فقیر محمد جاوید قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ
 کے نام کے ساتھ لفظ ”ساؤ جی“ تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام حضرت سید جمال ساؤ جی رحمۃ اللہ علیہ
 تھا جو بعد میں بگڑتے بگڑتے ساؤ جی سے ”شاہ“ ہو گیا اور اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام حضرت
 سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ ایک دن کیلئے بھی ہندوستان تشریف نہیں
 لائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری ایام ”دمیات“ میں گزارے اور اسی مقام پر آسودہ
 خاک ہوئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ سے
 فیض روحانی حاصل کرنے کے لئے ”دمیات“ میں ہی حاضر ہوئے تھے۔

”سیر العارفین“ میں حامد بن فضل اللہ جمال نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سید جمال
 الدین ساؤ جی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر کیا ہے:

”مصر میں ایک عالم تھے جب ان کو خبر ہوئی کہ سید جمال الدین
 ساؤ جی رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی حالت ہو گئی کہ داڑھی موچھ منڈوا کر اور

تارک الصلوٰۃ ہو کر بے ہوش و مہبوت بیٹھتے ہیں۔ وہ عالم جو مصر کے ملک العلماء تھے علمائے ظاہر کی ایک جماعت کے ہمراہ مصر سے ان کی عیادت کے لئے گئے انہوں نے حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھا تو حکم دیا کہ رانگ رام کر کے ان کے حلق میں ڈالو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔“

حامد بن فضل اللہ جمال لکھتے ہیں:

”جب میں اس مقام پر پہنچا تو میں نے اس علاقے کے اکابر سے سنا کہ حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ تک مصر میں ہی رہے۔ وہ بہت خوبصورت اور نہایت ہی باکمال تھے۔ جس طرح زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو گئی تھی اس طرح مصر کے امراء میں سے ایک رئیس کی بیوی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسن پر فریفتہ ہو گئی اور اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت میں خلل انداز ہونے لگی چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ آدھی رات کے وقت مصر سے فرار ہو کر مقام دمیات پہنچے جو وہاں سے سات آٹھ روز کی مسافت پر ہوگا۔ اس زمانہ میں وہ مقام حضرت یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے ویران تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں گوشہ نشین ہو گئے اور دعا کی کہ اے پروردگار! یہ حسن میرے لئے فتنہ بن گیا ہے اس کو تبدیل کر دے کہ کسی کی رغبت میری طرف نہ ہو۔ اس دعا کے بعد جب انہوں نے اپنا دست مبارک اپنے چہرے پر ملا تو ان کی مونچھیں، داڑھی اور بھنویں سب گر گئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت کو جو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر عاشق تھی کو اپنے پاس بلایا اور جب اس عورت نے یہ خبر سنی تو بے سرو پا

دوڑی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس حال میں دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے منہ پھیر لیا اس طرح حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت سے رہائی پائی۔ حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جو درویش بھی ان کا قائم مقام ہو اس نے بھی داڑھی موچھ اور بھنویں منڈوالیں اور وہی صورت اور لباس اختیار کیا۔

حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے صاحب سیر العارفین نے بابا احمد اندر بوسی اور سید عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے نام بیان کئے ہیں۔ آپ نے بابا احمد اندر بوسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے:

”اندر بوس سرزمین افریقہ میں ایک شہر ہے احمد جو الق پوٹس‘ حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید تھے۔ دمیات میں جہاں حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ مبارک ہے ان کا تکیہ تھا۔ میں اندر بوسی میں پانچ ماہ رہا اور سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے دمیات گیا اور پندرہ روز تک اس جگہ مقیم رہا۔“

حضرت سید عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جمال دہلوی لکھتے ہیں:

”آپ رحمۃ اللہ علیہ موصل کے رہنے والے تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک اور حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہونے کے بعد مصر پہنچے اور وہاں سے دمیات کے علاقے میں آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بابا احمد اندر بوسی رحمۃ اللہ علیہ سے قلندروں کا لباس پہنا۔ اس کے بعد حضرت

غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنے خرقہ خاص سے مشرف کیا اور چند روز تک اپنی صحبت میں رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بتایا کہ انہوں نے اپنی داڑھی مونچھ اور بھنویں اپنے اختیار سے صاف نہیں کرائی تھیں بلکہ وہ از خود گر گئی تھیں۔“

جمال دہلوی نے حضرت سید عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک کے متعلق لکھا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ پاک قصبہ نانن میں ہے جو یزد اور اردستان کے درمیان واقع ہے۔ جمال دہلوی کہتے ہیں کہ میں خود وہاں گیا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک کی زیارت کی سعادت حاصل کی تھی۔

داڑھی وغیرہ صاف کرانے کی رسم:

داڑھی وغیرہ صاف کرانے کی رسم حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے رائج ہوئی اور جب بھی کوئی قلندری طریقت میں داخل ہوتا وہ داڑھی مونچھ بھنویں اور سر صاف کرواتا ہے اور یہ رسم آج تک موجود ہے۔

روحانی سلسلہ:

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ روحانی میں بھی شدید اختلاف پایا

جاتا ہے۔

”قلندر نامہ“ کے مصنف حکیم فتح سیوہانی دعویٰ کرتے ہیں:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ روحانی حضرت سیدنا امام

زین العابدین رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

تک پہنچتا ہے۔“

حکیم فتح سیوہانی کے نزدیک حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حضرت سید شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ اس روحانی پیکرے میں حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا نام کہیں بھی موجود نہیں ہے۔

کئی سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔

”تذکرۃ الفقراء“ کے مطابق:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ طریقت حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مرتضیٰ سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت احمد بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور حضرت احمد بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، حضور غوث اعظم حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔“

اس روحانی سلسلے میں حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی موجود ہے اور حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کو ان کا مرید ظاہر کیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں قابل اعتراض پہلو یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ قلندریہ میں بظاہر کوئی نسبت نہیں ہے۔ دونوں سلسلے طریق سلوک کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف اور جدا ہیں۔

اکثر محققین کی رائے کے مطابق سلسلہ عالیہ قلندریہ کے بانی حضرت سید جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس طرح اپنے بزرگوں کے واسطے سے حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ کو تو سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت ہو سکتی ہے مگر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ براہ راست حضور غوث اعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ روحانی میں شامل نہیں ہو سکتے۔ جب طریقہ و مسلک اور تعلیم بدل جائے تو ایک سلسلہ دوسرے سلسلہ سے جدا

ہو جاتا ہے اور مختلف حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

اس کے علاوہ کئی تذکرہ نگاروں نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ طریقت قادری بتایا ہے۔

”تذکرۃ الفقراء“ میں داراشکوہ کا جو شجرہ ہے وہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضور غوث اعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”داراشکوہ مرید ملا شاہ بدخشی مرید میاں میر سیوہانی مرید حضرت خضر سیوستانی مرید شاہ سکند مرید خواجہ خانی مرید سید علی قادری مرید حضرت مخدوم سید عثمان شہباز قلندر مرید شاہ جمال مجرد مرید شیخ ابو اسحاق ابراہیم مرید مرتضیٰ سبحانی مرید حضرت احمد بن مبارک مرید حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔“

اس طرح بعض محققین نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملایا ہے۔

میر کمال الدین دیوان حافظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ امیر المؤمنین تک پہنچتا ہے۔“



سیر و سیاحت

علم فقیہ و حکیم ، فقر مسیح و کلیم
 علم ہے جو یائے راہ ، فقر ہے دانائے راہ
 فقر مقامِ نظر ، علم مقامِ خبر
 فقر میں مستی ثواب ، علم میں مستی گناہ

حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے خرقة حاصل کرنے کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل عرصہ تک سیر و سیاحت کرتے رہے۔ دوران سیاحت بے شمار اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم سے ملاقاتیں کیں اور بہت سے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر حاضری کا بھی شرف حاصل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن مروند سے عراق تشریف لے گئے اور وہاں سے ایران تشریف لے گئے اور حضرت سیدنا امام رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ یہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ پھر عراق تشریف لائے اور سب سے پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور قیام فرمایا۔ اس کے بعد حضور غوث اعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ بارگاہِ غوثیہ سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ یہاں پر حاضری کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ خواب میں حضور غوث اعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جلوہ فرما ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بغداد سے مکہ معظمہ اللہ کے گھر جانے کا حکم دیا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت ”حرین شریفین“ کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ بغداد سے حجاز تک آپ رحمۃ اللہ علیہ نے باپا دہ سفر کیا اور راستے میں مقامات مقدسہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ اس سفر کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات مشہور صوفی بزرگ حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔

حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ میں یہ قدر مشترک تھی کہ دونوں سید زادے تھے دونوں طالبانِ راہِ حق تھے اور دونوں ہی سرخ لباس پہنتے تھے۔

حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ عرصہ دراز تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ ان مقامات مقدسہ پر دونوں بزرگوں نے مل کر سخت ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔

پھر حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بخارا تشریف لے گئے۔ یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ بعض روایتوں کے مطابق یہ دونوں بزرگ جب بخارا میں داخل ہوئے تو سرحد کے محافظ سپاہیوں نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ جواب میں حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ہم سید ہیں اور بخارا کے علماء کی صحبتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے آئے ہیں۔“

سپاہی دونوں بزرگوں کو حاکم بخارا کے دربار میں لے گئے۔ حاکم بخارانے آپ دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

”تمہارے پاس اس دعوے کی کیا دلیل ہے کہ تم لوگ سید زادے ہو؟ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سے لوگ آل رسول ہونے

کے دعویدار ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس زمین پر سید زادے بہت کم ہیں۔ کسی شخص کا زبانی دعویٰ اس کے سید ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔“

حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”پھر آپ کس طرح مطمئن ہو سکتے ہیں؟“

اس دوران حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے۔

حاکم بخارا نے کہا:

”بیان کیا جاتا ہے کہ سید کو آگ نہیں جلاتی اگر تم لوگ آگ سے

بھڑکتے ہوئے آلاؤ میں سے سلامتی کے ساتھ گزر جاؤ تو میں اس

بات کو تسلیم کر لوں گا کہ تم دونوں سید زادے ہو۔“

حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت پر جلال لہجے میں فرمایا:

”اے حاکم بخارا! تم آگ بھر کاؤ یہ سید زادہ اس امتحان سے

گزرنے کے لئے تیار ہے۔“

الغرض حاکم بخارا کے حکم پر آگ روشن کر دی گئی پھر جب آگ کے شعلے

پوری شدت کے ساتھ بھڑکنے لگے تو حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بسم اللہ

پڑھ کر آگ میں داخل ہو گئے۔ انسانی ہجوم نے خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ حاکم

بخارا کے ساتھ دیگر حاضرین کو بھی یقین تھا کہ آگ کے سرخ شعلے آن کی آن میں

حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جلا کر خاک کر دیں گے۔ مگر اس وقت بخارا

کے باشندوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی جب انہوں نے حضرت جلال الدین سرخ

بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو آگ کے درمیان بالکل محفوظ پایا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت جلال الدین

سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ زیر لب کچھ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے۔ حاکم بخارا نے برسر عام

حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے معافی مانگی اور اپنی بیٹی کا نکاح آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ حاکم بخارا کی بیٹی سے شادی کے بعد حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کچھ دنوں تک اسی تاریخی شہر میں سکونت پذیر ہے اور مختلف صاحبان معرفت سے کسب فیض کرتے رہے۔

ایک دن حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جذب کی کیفیت طاری تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حالت میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”سید! میں نے آسمان معرفت پر ایک شہباز کو اڑتے ہوئے دیکھا ہے اور وہ شہباز تم ہی ہو۔“

چند ماہ بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت چاہی اور بخارا سے رخصت ہو کر روضہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے نجف اشرف حاضر ہوئے۔ ایک رات آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے:

”سید عثمان (رحمۃ اللہ علیہ)! تم بلاناخیر کر بلائے معلیٰ چلے آؤ وہاں تمہارے والد محترم مقیم ہیں اور تمہیں ملنے کے لئے بے قرار ہیں۔“

اس واقعے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین کی زیارت اور حصول علم کی غرض سے طویل سفر پر روانہ ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کر بلا معلیٰ تشریف لے گئے تھے۔ اب ان کا آخری وقت قریب آن پہنچا تھا اور وہ بیٹے کو یاد کر کے، بہت روتے تھے۔ اسی دوران حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے عالم خواب میں بزرگ کی ہدایت سنی اور پھر دوسرے دن ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کر بلا معلیٰ روانہ ہو گئے۔ حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلندر بیٹے

کو سینے سے لگایا اور وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

”اے فرزند! یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ میں نے اپنے اللہ سے عمر بھر بس ایک ہی دعا کی ہے کہ وہ ذات پاک تمہیں ہر آزمائش میں ثابت قدم رکھے۔“

اس واقعے کے کچھ روز کے بعد ہی حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کربلا معلیٰ سے سبزوار تشریف لے گئے۔ یہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سکونت پذیر تھے۔ اپنے مرید کو دیکھ کر حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بے قرار ہو گئے۔

”سید! تم سے ملاقات کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا تھا۔“

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی آبدیدہ ہو گئے۔
”شیخ محترم! ابھی سالہا سال آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے گا۔“

حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

”نہیں سید! فرشتہ اجل میرے دروازے پر آن پہنچا ہے۔ بس اندر آنے کی دیر ہے۔“

یہ فرما کر حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کا خرقہ اور دیگر تبرکات حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کئے اور فرمایا۔

”میرے پاس تمہارا جتنا خرقہ تھا تمہیں مل گیا جب میں دنیا سے گزر جاؤں تو تم جمال شاہ مجرد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا

وہی تمہاری تکمیل کریں گے۔“

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ مرشد کی جدائی کے تصور سے بہت ہی رنجیدہ و ملول تھے مگر وقت معلوم کسی کے ٹالے نہیں ملتا۔ چند روز کے بعد ہی حضرت بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بھی دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ والد گرامی سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد یہ دوسرا المناک سانحہ تھا جسے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی شدت سے محسوس کیا۔ مختصر سے عرصے میں دو محبوب ترین ہستیوں سے بچھڑنا اور پھر ان صدمات کو برداشت کرنا آسان کام نہیں تھا مگر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ منزل تسلیم و رضا کے مسافر تھے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کے روایتی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ والد ماجد اور پیر و مرشد کے فراق میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں اشکبار تھیں مگر ہونٹوں پر شور و فغاں نہیں تھا۔



حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

کی برصغیر پاک و ہند آمد

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ مکران کے راستے سندھ میں تشریف لائے اور تھوڑے دن سندھ میں قیام کے بعد اجمیر شریف میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر شریف میں چالیس دن قیام کیا اور اس دوران خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر مراقبہ کیا اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔

اجمیر شریف کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لے گئے اور یہاں پر سب سے پہلے قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور مراقبہ کیا۔ قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے شمار فیوض و برکات سے نوازا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے پانی پت روانہ ہوئے۔



حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

زندگی بھر عشق کی لو تیز رکھی چاہئے

تاکہ روشن جادۂ راہِ عدم ہوتا رہے

دہلی میں قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے باطنی اشارہ پا کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پت حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرصہ تک ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے اور حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے قلندری نسبت و طریقت کے بہت سے اسرار رموز آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ظاہر ہوئے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر حصول فیض کیا تو ایک دن حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”اے عثمان (رحمۃ اللہ علیہ)! تم ہمارے دوست ہو تم سے ہمیں خصوصی لگاؤ ہے تمہاری منزل آسان ہو چکی ہے تمہارے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ہم ضرور تمہیں اس سرزمین پر رہنے کا حکم دیتے لیکن چونکہ اس علاقہ میں پہلے ہی بہت سے قلندر موجود ہیں اس لئے سرزمین سندھ کو تم جیسے قلندر کی سخت ضرورت ہے وہاں کے لوگوں کو تمہاری رہنمائی و رہبری کی حاجت ہے اس لئے بہتر یہی

ہے کہ تم سندھ چلے جاؤ، سندھ وارد ہونے سے پہلے ملتان تشریف لے جانا اس کے بعد سندھ میں اپنے مستقل ٹھکانے کی تلاش میں نکل پڑنا اور سندھ کے لوگوں کو اپنے روحانی فیض سے نوازا میں امید کرتا ہوں کہ سرزمین سندھ پر بسنے والے اللہ عزوجل کے بندے تمہاری صحبت سے ضرور فیضیاب ہونگے۔“

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کے مطابق پانی پت سے رخصت ہوئے اور براستہ لاہور ملتان میں تشریف لائے اور پھر وہاں سے سندھ کے علاقہ سہیون تشریف لے گئے جہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قیام کیا اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا اور جہاں آج آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک مرجع گاہ خلائق خاص و عام ہے۔

بعض بوگس روایات:

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات اور ان کے درمیان مقابلے بازی کے بعض بوگس روایات ”الشہباز“ کے مصنف جلیل سیوہانی نے بیان کی ہے اور ہو سکتا ہے کہ شاید کسی شیخی کے ذریعے اپنی قابلیت کی دھاک بٹھانا مقصود ہے یا پھر اس ذریعے سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شان بڑھا کر ان کی نظروں میں کوئی مقام حاصل کرنا مقصود ہے جو کہ حصولِ فیض کے لئے ایک غلط سوچ ہے۔

جلیل سیوہانی ”الشہباز“ میں فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک کچی دیوار پر چڑھ کر اسے سواری کی طرح دوڑاتے چلے گئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ منظر دیکھا تو ہاتھ کا اشارہ کیا فوراً ہی دیوار کھڑی

ہوگئی۔ یہاں دیوار کے کھڑے ہونے سے مصنف کی مراد شاید دیوار رک جانے سے ہے اور شاید ان کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کرامت میں ناکام ہو گئے۔“

اسی طرح جلیل سیوہانی ایک اور بوگس روایت ”الشہباز“ میں یہ بیان کرتے

ہیں:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ فقیرانہ لباس پہننے کے بعد ہمیشہ شیر کی سواری کرتے تھے اور ایک سیاہ سانپ چابک کے طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا ایک مرتبہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شیر اور سانپ کیا غذا کھاتے ہیں؟ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میرے شیر کی غذا گائے ہے اور میرا سانپ مرغ کھاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ بولے کہ پھر ان کی غذا تلاش کریں؟ اپنے میزبان کی فہمائش پر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے شیر کو گائے کے باڑے کی طرف اور سانپ کو مرغیوں کے ڈربے کی طرف روانہ کیا۔ پھر جیسے ہی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا شیر اور سانپ اپنی اپنی غذا کی تلاش میں چلے تو حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کر دیا دیکھتے ہی دیکھتے گائے نے شیر کو اور مرغ نے سانپ کو کھا لیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سواری اور چابک کو طلب کرتے ہوئے فرمایا زمین کبھی بھی کسی کی امانت ہضم نہیں کرتی۔ یہ فرما کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیر اور سانپ کو آواز دی۔ ابھی

فضاء میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کی گونج باقی تھی کہ شیر گائے کے اور سانپ مرغ کے پیٹ سے صحیح و سلامت نکل آئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سواری اور چابک کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تمہیں گائے اور مرغ کیسے کھا گئے؟ شیر اور سانپ یک زبان ہو کر بولے ہم مہمان تھے اسی لئے ہم نے اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ شیر اور سانپ کا جواب سن کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اب تم دونوں انہیں کھا جاؤ۔ پھر دوسرے ہی لمحے شیر نے گائے اور سانپ نے مرغ کو کھا لیا۔ اس کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا آپ نے ہماری امانت میں خیانت کی اسی طرح ہمارے فقراء آپ کے فقراء کی امانتیں ہضم کر جائیں گے ہم آپ کے فقر کو بند کرتے ہیں مگر آپ کی فقیری اور لنگر کو جاری رکھا جاتا ہے۔“

اس کے بعد یہی مصنف اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے کہ اسی لئے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا فقر قائم اور حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا فقر ختم ہو گیا البتہ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کا لنگر آج تک جاری ہے۔ مصنف مذکور کا مقصد غلط بیانی سے اپنی شان بڑھانا تھا اس لئے وہ اس ضمن میں کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکے نیز یہ بات یاد رہے کہ مسلمان فقراء نے کبھی بھی ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے جادو، شعبدہ بازی یا کسی اور جائز یا ناجائز حربے کو استعمال نہیں کیا۔

بہر حال بقول استاد ذوق دہلوی:

بڑے موذی کو مارا ، نفس اتارہ کو گر مارا

نہنگ واژدھا ، شیر نر مارا تو کیا مارا

قلندر نامہ کے مصنف کا قول:

ایک مرتبہ برصغیر کے مشہور بزرگ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے آئے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ یوں مخاطب ہو ہوئے ہوئے ذیل کے اشعار مبارک پڑھے۔

عجب	دیدم	بارگاہ	قلندر
نجف	چوں	شہد	نور بنور
طواف	تربیت	آل شاہ	سرور
ثواب	نمازیاں	حج	اکبر



حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

کے مزار پر حاضری

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے پانی پت میں جتنا عرصہ قیام کیا ریاضت و عبادت میں مصروف رہے مختلف بزرگانِ دین سے شرفِ ملاقات حاصل ہوئی اور بہت سے بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ پانی پت سے ملتان تک کا سفر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے براستہ لاہور طے کیا۔ تاریخ کی کتب کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں چالیس دن تک قیام کیا۔

.. لاہور میں قیام کے دوران حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا زیادہ تر وقت سرتاج الاولیاء سید علی بن عثمان الہجوری الجلابی المعروف حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر گزارا۔ اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ سید حسین زنجانی، حضرت شیخ سید یعقوب زنجانی اور حضرت سید اسحاق زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر بھی حاضری اور ان مزارات پر مراقبہ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔



ملتان آمد اور

اولیائے کاملین سے حصول فیض

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں قیام کے بعد ملتان روانہ ہوئے اور یہی وہ جگہ تھی جہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سیہون شریف کی طرف سفر مبارک شروع ہوا۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ملتان جانے کا جو اشارہ فرمایا تھا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ملتان اس وقت بہت بڑے اور جلیل القدر بزرگانِ دین کا مرکز تھا۔ ملتان اور اس کے گرد و نواح میں اس وقت حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ زبانِ زدِ عام تھا۔ ان کے علاوہ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ان چاروں بزرگانِ دین کی صحبت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان حضرات کے قرب میں رہ کر ریاضت و عبادت کی منازل کو طے کیا اور ان سے تصوف و سلوک پر مذاکرات بھی کئے۔



گناہوں کی دلدل

ساتویں صدی ہجری کے دوسرے عشرے کے دوران ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی لیکن پھر بھی کچھ علاقوں میں ابھی تک ہندو راجہ ہی برسرِ اقتدار تھے ان میں سے زیادہ تر ہندو راجہ مسلمان بادشاہوں کے خراج گزار تھے۔ ان ہی ہندو راجاؤں میں ایک راجہ سیوستان بھی تھا اور اس کے شہر کا نام سیہون تھا۔ سیہون حیدرآباد سندھ سے اٹھاسی (۸۸) میل کے فاصلے پر کیرتھر کی پہاڑیوں میں واقع ہے۔ اس شہر کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ مؤرخین کے مطابق اس وقت سیہون کا حاکم راجہ جیرجی تھا جو عرف عام میں چوپٹ راجہ کے نام سے مشہور تھا۔

سیہون میں ان دنوں چوپٹ راجہ کے ظلم و ستم کا چرچا تھا اور لوگ اس کے ظلم و ستم سے بہت تنگ تھے اور کوئی ہمت کرنے کو تیار نہ تھا کہ وہ چوپٹ راجہ سے دشمنی مول لے۔ رعایا اس کے ظلم و ستم خاموشی سے برداشت کر رہی تھی۔ ایسے میں ایک درویش نے سیہون کا رخ کیا۔

اس درویش کا نام کتب سیر میں طالب سکندر منقول ہے اور اس درویش نے سیہون آنے کے بعد یہ نعرہ لگایا کہ میرے مرشد لعل سائیں تشریف لانے والے ہیں۔ ابتداء میں اس درویش کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا بلکہ اکثر سیہون کے مختلف علاقوں میں دیکھا جاتا تھا اور اس کا معمول یہ تھا کہ روزانہ قلعہ سیہون کے باہر جا کر کھڑا ہو جاتا تھا اور اپنا قلندرانہ نعرہ لگاتا تھا جس سے چوپٹ راجہ نہ صرف مشتعل ہو جاتا تھا بلکہ انتہائی خوفزدہ

بھی ہو جاتا تھا ایسے میں لوگوں کے دل سے یہ دعا نکلتی تھی:

”اللہ کرے! ہمارا نجات دہندہ جلد آ جائے اور ہمیں چوہٹ راجہ

کے ظلم و ستم سے نجات حاصل ہو جائے۔“

اس درویش کے نعروں سے تنگ آ کر ایک ظالم ہندو قصاب نے انہیں قتل

کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ عزوجل نے اسے اتنی مہلت ہی نہ دے اور وہ ایسا کرنے سے پہلے ہی مر گیا۔

پھر ایک اور درویش اپنے چند خدمتگاروں کے ہمراہ سیہون آیا اور اس نے اس

محلے میں سکونت اختیار کی جہاں کی زیادہ آبادی طوائفوں پر مشتمل تھی۔ رات بھر مختلف

مکانوں سے ناچنے گانے کی آوازیں آتی رہیں۔ شراب کے نشے میں بدمست لوگ اذانِ

فجر تک شور مچاتے رہے۔ وہ درویش حسب معمول اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہا

مگر اس کے محافظوں کی نیندیں اڑ گئیں۔ وہ ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں باتیں کرتے

رہے کہ یہ کیسا محلہ ہے اور اس کے مکین کیسے ہیں؟ بالآخر رات گزر گئی اور پھر صبح ہوئی تو

خدمت گار صورت حال جاننے کے لئے محلے میں داخل ہوئے۔ گوشے گوشے میں ہندو آباد

تھے بس دو چار گھر ہی مسلمانوں کے تھے۔ درویش کے خدمت گار ان مسلمانوں کے

پاس گئے تو ان پر حقیقت حال واضح ہوئی ان مسلمانوں نے اس درویش سے پوچھا:

”آپ یہاں کہاں آ گئے؟ یہ ہندوؤں کی بستی ہے اور وہ بھی گناہوں

سے بھری ہوئی۔ یہاں ناچنے گانے والی عورتیں رہتی ہیں جن کی

سیاہ کاریوں نے ہماری زندگی وبال کر دی ہے۔ اگر کسی دوسرے

شہر میں ہمارے لئے جائے پناہ ہوتی تو ہم اس جگہ کو بہت پہلے ہی

چھوڑ چکے ہوتے۔ یہ اوباشوں کی نگری ہے جہاں دن رات آسمان

سے لعنت برتی رہتی ہے۔ اللہ عزوجل ہی جانتا ہے کہ کب ہمیں اس

عذاب مسلسل سے نجات ملے گی؟“

خدمت گاران مسلمانوں کی باتیں سن کر حیران و پریشان واپس لوٹ آئے اور درویش سے کہنے لگے:

”شیخ! یہاں سے جلد از جلد چلا جانا چاہئے کہ یہ بستی ہمارے رہنے کے لائق نہیں ہم لوگ غلطی سے طوائفوں کے ایک محلے میں آ بسے ہیں۔“

درویش بولا:

”مسلمان کو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ سازگار ماحول میں اپنے روز و شب بسر کرے اور چند روزہ زندگی گزار کر واپس چلا جائے۔ مسلمان ایک چراغ کے مثل ہے کہ جہاں تاریکی دیکھے وہاں چلا جائے اور اپنے وجود سے ظلمتوں کو دور کر دے۔ بے شک! اس وقت ہم فاسقوں اور فاجروں کی بستی میں خیمہ زن ہیں مگر ہمارا قیام عارضی نہیں ہے۔ یہاں درویشوں کا ڈیرا مستقل ہوگا اور اللہ عز و جل اپنی قدرت سے اس بستی کی تمام غلاظتیں دور فرما دے گا۔ وہ پاک ہے اور وہی اپنی پاکی کے صدقے میں اس زمین کی ساری کثافتیں دھو ڈالے گا۔“

خدمت گار شیخ کا یہ فرمان سن کر بظاہر تو مطمئن ہو گئے لیکن وہ دلی طور پر اس ماحول میں ایک عجیب بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ جب دن کے اجالے میں اہل محلہ نے ان درویشوں کو دیکھا تو ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ وہ نشے میں جھومتے ان درویشوں کا مذاق اڑاتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی اور اندھیرا ہوتے ہی ہر گھر میں چراغ جل گئے عطر اور پھول بیچنے والے گلی کے موڑ پر آ گئے اور بد مست لوگ اپنی ظاہری

و باطنی غلاظت کو چھپانے کے لئے ان خوشبوؤں کا سہارا لینے لگے۔

یہ اس محلے کا روزانہ کا معمول تھا کہ سورج ڈوبتے ہی خاموش گلیاں جاگ اٹھتی تھیں۔ عطر اور پھول بیچنے والوں نے دیکھا کہ رقص و موسیقی کے شائقین گلیوں میں داخل تو ہوتے لیکن گھبرا کر واپس لوٹ جاتے تھے۔ آتے وقت ان لوگوں کے چہروں پر مستی کے آثار ہوتے تھے مگر جاتے ہوئے ان کے چہروں پر وحشت نمایاں ہوتی تھی۔ وہ اس طرح واپس چلے جاتے جیسے اب ان کے لئے اس بازارِ حسن میں کوئی کشش باقی نہ رہی ہو۔ رات ہونے تک اس محلے پر سکوت طاری رہا کہاں روزانہ گھنگھروؤں اور طبلوں کی آوازیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی اور کہاں یہ خاموشی؟ طوائفوں کے محافظ اس صورتحال سے گھبرا کر گھروں سے باہر نکلے اور گل فروشوں سے اس خاموشی اور لوگوں کے نہ آنے کا سبب دریافت کرنے لگے۔ گل فروشوں کے پاس ایک ہی جواب تھا:

”آنے والے گلی تک تو آتے ہیں مگر آگے قدم نہیں بڑھاتے۔“

پوچھو تو جواب نہیں دیتے بس خاموشی سے لوٹ جاتے ہیں۔“

گل فروشوں کا ناقابل فہم جواب سن کر بازارِ حسن کے محافظ بازار کے موڑ پر کھڑے ہو گئے۔ تماش بین آئے لیکن کچھ کہے بغیر واپس چلے گئے۔ محافظوں نے واپسی کا سبب پوچھا تو ان تماش بینوں نے بس اتنا کہا کہ ہمیں اندر جاتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ محافظوں نے تماش بینوں کو سمجھانا چاہا ان کی حفاظت کا یقین دلایا مگر کوئی بھی دلیل کام نہیں آئی اور کوئی بھی شخص گناہوں کی اس بستی میں داخل نہ ہوا۔ وہ رات بازار کے اصولوں کے مطابق بہت سرد گزری۔ کوئی خریدار اس کوچہ حسن میں داخل نہ ہوا۔ طوائفیں حیران و پریشان تھیں اور اپنے محافظوں سے بار بار پوچھتی تھیں:

”آج تک تو ایسا نہیں ہوا پھر اس بستی کے شائقین پر کیا گزری

ہے کہ ان کے آشنا قدم راستہ بھول گئے ہیں؟“

محافظ کیا جواب دیتے وہ تو خود اس صورتحال کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ آخر انہی اندیشوں اور پریشانیوں کے درمیان بازار حسن کی وہ رات گزر گئی۔ دوسرے دن بھی بازار حسن کا یہی حال رہا۔ تماش بین گلی کے موڑ تک آتے رہے اور حالت خوف میں واپس جاتے رہے۔ بازار کے محافظ و نگہبان رقص و موسیقی کے شائقین سے اس کا سبب پوچھتے تو وہ ایک ہی بات کہتے:

”کوئی ایسی طاقت ہے جو ہمیں آگے نہیں بڑھنے دیتی اور اگر ہم اس کے خلاف کچھ مزاحمت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم پر شدید خوف طاری ہو جاتا ہے۔“

اسی عالم میں کئی دن گزر گئے چراغوں کے ساتھ چولہے بھی بجھ گئے اور سنگین اقتصادی مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ بازار حسن کے ایک رکن نے تشویش ناک لہجے میں کہا:

”اگر یہ صورتحال جاری رہی تو فاقہ کشی کی نوبت آ جائے گی آخر ہم لوگ اس صورتحال سے کیوں دوچار ہوئے؟“

بہت غور و فکر کے بعد اس کوچے کے لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ جب سے یہ گڈری پوش مسلمان یہاں آئے پر ہیں اسی روز سے اس بازار کے درو دیوار پر سناٹا چھا گیا ہے۔ اس بستی کے مکینوں کی سمجھ میں بات آ گئی اور پھر طویل مشورے کے بعد یہ طے پایا کہ ان گڈری پوشوں سے بات کی جائے۔ جس کے نتیجے میں بازار کے چند افراد گڈری پوشوں کے خیمے میں پہنچے اور سخت لہجے میں پوچھنے لگے:

”تم لوگ کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟“

گڈری پوش درویش نے بے نیازانہ کیا:

”ہم اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کی زمین پر مقیم ہیں۔“

بازار حسن کے محافظ نے تحکم آمیز لہجے میں کہا:

”یہ ہمارے دیوتاؤں کی زمین ہے تم لوگ اپنے ڈیرے اٹھاؤ اور

اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔“

گڈری پوش فقیر نے جواب دیا:

”ہم اپنے شیخ کے حکم کے پابند ہیں اگر شیخ فرمائیں گے تو ہم لوگ

کسی تاخیر کے بغیر یہاں سے چلے جائیں گے۔“

بازار کے محافظ نے سخت لہجے میں پوچھا:

”تمہارا شیخ کون ہے؟“

گڈری پوش خادم نے ایک خیمے کی طرف اشارہ کر دیا۔

بازار حسن کے محافظ شیخ کے خیمے میں داخل ہوئے۔ ان کے چہروں پر غصے

کے آثار تھے اور چلنے کا انداز جارحانہ تھا مگر جب وہ بدکار لوگ شیخ کے روبرو پہنچے تو ان

کے جسموں پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ اپنی قوت گویائی کھو بیٹھے۔ شیخ نے پوچھا:

”تم لوگ کیوں آئے ہو؟“

بستی کے مکین تو مسلمان گڈری پوشوں کو اپنے محلے سے نکالنے آئے تھے مگر

جب شیخ نے ان کی آمد کا مقصد دریافت کیا تو وہ اپنی زبان سے ایک بھی حرف نہ نکال

سکے یہاں تک کہ گنگ زبانوں اور کانپتے قدموں سے واپس چلے گئے۔ پھر طے یہ ہوا

کہ طوائفیں خود گڈری پوش شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے عاجزانہ لہجے میں

درخواست کریں۔ آخر تمام طوائفیں شیخ کے خیمے میں پہنچیں اور گریہ و زاری کے انداز میں

کہنے لگیں:

”ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کون ہیں اور یہاں کس مقصد کے لئے

آئے ہیں مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ کی وجہ سے ہمارا کاروبار ختم

ہو گیا ہے۔“

شیخ نے طوائفوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

”روکنا تو درکنار ہم نے کسی سے کچھ بھی نہیں کہا اگر تم گناہوں کی تجارت قائم رکھنا چاہتی ہو تو شوق سے جاری رکھو ہمیں تمہارے معمولات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“
طوائفیں کہنے لگیں:

”لوگ کہتے ہیں کہ جب تک آپ یہاں موجود ہیں ان کے قدم اس بازار کی طرف نہیں اٹھ سکتے۔“

درویش نے پوچھا:

”پھر تم لوگ کیا چاہتے ہو؟“

طوائفوں نے عرض کیا:

”براہ کرم آپ یہاں سے چلے جائیں تاکہ ہمارے ویران گھروں کا اندھیرا دور ہو جائے۔ جب تک آپ یہاں موجود ہیں کسی مکان میں کوئی چراغ نہیں جلے گا۔“
شیخ نے فرمایا:

”ہماری مجبوری ہے ہم یہاں سے کہیں اور نہیں جاسکتے اس مقام پر ہماری آخری آرامگاہ تعمیر ہوگی اگر ہمارا وجود تمہارے کاروبار میں حائل ہے تو پھر تم لوگ کہیں اور چلے جاؤ۔“

وہ طوائفیں درویش کی بات سن کر دھمکی دینے لگیں اور کہا:

”ہم تو مجبور عورتیں ہیں مگر ہمارا حاکم چوہٹ راجہ بہت طاقتور ہے وہ تمہیں چین سے رہنے نہیں دے گا۔“

اس گفتگو کے بعد وہ طوائفیں چوہٹ راجہ کے دربار میں پہنچ گئیں اور فریاد

کرنے لگیں:

”ہمیں ایک مسلمان کے ظلم و ستم سے نجات دلائی جائے۔“

چوہٹ راجہ نے جب پورا واقعہ سنا تو وہ حیران و پریشان ہو گیا اور اپنے سپاہیوں

کو حکم دیتے ہوئے کہا:

”اگر وہ لوگ آرام سے یہاں سے چلے جائیں تو بہتر ہے ورنہ

انہیں یہاں سے جبراً نکال دو۔“

چوہٹ راجہ کے شمشیر زن سپاہی گڈری پوشوں کے خیمے میں داخل ہوئے اور

انہیں راجہ کا حکم سنایا۔ گڈری پوشوں نے وہی الفاظ دہرائے:

”ہم صرف اپنے شیخ کے حکم کی پابندی کرتے ہیں اگر تمہیں کچھ کہنا

ہے تو ہمارے شیخ سے کہو۔“

گڈری پوشوں کے انکار سے چوہٹ راجہ کے سپاہی غصہ سے بھڑک اٹھے۔ وہ

اسی حالت غضب میں شیخ کے خیمے کی طرف بڑھے مگر اندر داخل نہیں ہو سکے۔ سپاہیوں کو

ایسے محسوس ہوا جیسے ان کے پیروں کی طاقت سلب ہو چکی ہے اور وہ اپنے جسم کو حرکت

دینے سے قاصر ہیں۔ پھر جب سپاہیوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو ان کی ساری کی ساری

طاقت دوبارہ سے بحال ہو گئی۔

سپاہیوں نے واپس جا کر چوہٹ راجہ کو تمام واقعہ سنایا۔ چوہٹ راجہ نے اپنے

سپاہیوں کی بات سنی تو پہلے حیران ہوا پھر وہ ایک انجانے خوف کی لپیٹ میں آ گیا اور

کہنے لگا:

”کیا وہ اتنی ہی شکتی شالی ہے کہ تم لوگ اس کے آگے دم بھی نہیں

مار سکتے؟ تم نے اسے دیکھا تک نہیں اور ڈر کے مارے بھاگ

کھڑے ہوئے؟“

سپاہیوں نے گڑ گڑاتے ہوئے کہا:

”ہم کچھ نہیں جانتے مہاراج! ہم نے اپنی کیفیت بیان کر دی دیوتا ہی جانیں کہ وہ کون ہے اور یہاں کس لئے آیا ہے؟ ہمارے کان تو کسی بڑے خطرے کی آہٹ سن رہے ہیں۔“

چوہٹ راجہ نے فوری طور پر اپنے وزیروں، مشیروں اور درباری نجومیوں کو طلب کر لیا۔ تمام واقعات سن کر حاکم سپہوں کی طرح اراکین سلطنت اور ستاروں کا علم جاننے والے بھی حیران و پریشان تھے۔ پھر درباری نجومیوں نے کاغذ پر بارہ خانے بنائے اور ان خانوں میں ستاروں کی موجودہ رفتار درج کی پھر کچھ دیر تک آپس میں مشورے کرتے رہے پھر ان سب کے چہروں پر خوف کے گہرے سائے لرزنے لگے۔ نجومیوں نے چوہٹ راجہ سے کہا:

”ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ایک مسلمان حدود سلطنت میں داخل ہوگا اور پھر وہی شخص اقتدار کے ساتھ ساتھ آپ کی زندگی کے لئے ایک سنگین خطرہ بن جائے گا۔“

چوہٹ راجہ نے گھبرا کر پوچھا:

”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ وہی شخص ہے؟“

تمام نجومیوں نے بیک زبان ہو کر کہا:

”ہمارا علم تو یہی کہتا ہے شاید یہ وہی فقیر ہے جس کے ایک شاگرد کو

آپ نے قید میں ڈال دیا ہے۔“



کے
غیر
لیس

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

کی سیہون آمد

ماہرین نجوم کا اشارہ اس درویش کی جانب تھا جو سیہون میں موجودہ درویش سے پہلے داخل ہوا تھا اور وہ قلعہ کے باہر آ کر نعرہ مستانہ بلند کرتا تھا کہ میرے مرشد لعل سائیں تشریف لانے والے ہیں۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ وہ درویش چوہٹ راجہ کے قلعہ کے جنوبی حصہ کی گھنی جھاڑیوں کے باہر مقیم ہوا اور وہ دن میں تین مرتبہ اپنے رومال سے زمین کو صاف کرتا اور با آواز بلند نعرہ لگاتا:

”لوگو! میرا مرشد یہاں آ رہا ہے اور میں اس کے استقبال کی تیاریاں کر رہا ہوں۔ تم بھی میرے مرشد کو گرمجوشی کے ساتھ خوش آمدید کہنا اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔“

فقیر روزانہ یہی ایک نعرہ لگایا کرتا تھا۔ اتفاق سے چوہٹ راجہ کے محل کی ایک کھڑکی ان جھاڑیوں کی طرف کھلتی تھی۔ چوہٹ راجہ کی خوبصورت بیٹی بناؤ سنگھار کرنے کے بعد اس کھڑکی میں آ کر بیٹھ جاتی تھی اور جنگل کا نظارہ کرتی تھی۔ راج کمار کی یہ غیر معمولی انہماک دیکھ کر محل کی کنیزوں نے چوہٹ راجہ کو اطلاع دی کہ وہ اپنی بیٹی کی خبر لیں ورنہ صورتحال بے قابو ہو سکتی ہے اور راج کمار کی ایک مسلمان پرفریفتہ ہو گئی ہے۔

چوہٹ راجہ نے خلوت میں راج کمار کی کو طلب کر کے پوچھا:

”بیٹی یہ کنیریں تمہارے بارے میں کیا کہہ رہی ہیں؟“

راج کمار نے کسی جھجک کے بغیر اس بات سے انکار کر دیا اور کہا:

”مہاراج! میں اس شخص کو جانتی تک نہیں آپ خود درتچے میں بیٹھ

کر دیکھ لیں فاصلہ اتنا زیادہ ہے کہ وہاں سے انسانی ہولے کے سوا

کچھ نظر نہیں آتا۔“

بیٹی کے کہنے پر چوہٹ راجہ نے خود محل کے درتچے میں بیٹھ کر دیکھا گھنی جھاڑیوں

اور محل کے درتچے میں بہت فاصلہ تھا وہاں سے کسی انسان کے نقش و نگار کا نظر آنا ناممکن

تھا پھر راج کمار ایک ہولے سے کس طرح عشق کر سکتی تھی؟ چوہٹ راجہ شدید ذہنی کشمکش

میں مبتلا تھا۔ اسی دوران کچھ تنگ نظر متعصب وزیروں نے چوہٹ راجہ کو مشورہ دیتے

ہوئے کہا کہ اس سلسلے میں راج کمار بے قصور ہیں سارا قصور اس مسلمان فقیر کا ہے جو

مہاراج کی عزت و آبرو سے بھیانک کھیل کھیل رہا ہے درحقیقت وہ مسلمان فقیر راج

کمار کے عشق میں مبتلا ہے۔

چوہٹ راجہ نے اقتدار و حکمرانی کے نشے میں تحقیق کئے بغیر اس مسلمان فقیر کو

زنجیریں پہنا کر قید خانے میں ڈال دیا۔ پھر روزانہ اس کے کمزور جسم کو مشق ستم بنایا جاتا

تھا مگر وہ ہر بار ایک ہی بات کہتا تھا:

”میں اپنے مرشد کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ اسی کے عشق میں تڑپ

رہا ہوں اور خلش دل سے بے قرار ہو کر اسی کو پکارتا ہوں۔“

چوہٹ راجہ اور اس کے وزیر اس مسلمان درویش کی زبان سمجھنے سے قاصر

رہے اور اس کے جسم پر وحشیانہ انداز میں تازیانوں کی بارش کرتے رہے۔ اسی اثناء میں

طوائفوں والا واقعہ پیش آ گیا ماہرین نجوم کا اشارہ اسی جانب تھا۔

چوہٹ راجہ نجومیوں کی بات سن کر وحشت زدہ نظر آ رہا تھا۔ پھر ایک نجومی نے چوہٹ راجہ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا:

”مہاراج کو چاہئے کہ وہ مسلمان فقیر کی خدمت میں قیمتی نذریں پیش کریں اور یہاں سے چلے جانے کی درخواست کریں۔“

چوہٹ راجہ دل سے تو نہیں چاہتا تھا کہ وہ ایک مسلمان فقیر کا اس طرح احترام کرے مگر ماہرین نجوم نے اسے جھک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر ایک معتبر وزیر ہیرے جواہرات اور اشرافیوں سے بھرا ہوا خوان لے کر درویشوں کے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت تمام مسلمان فقیروں نے کھانا پکانے کے لئے آگ جلائی تھی۔ چوہٹ راجہ کے وزیر نے جواہرات اور سونے سے بھرا ہوا خوان شیخ کے سامنے رکھتے ہوئے عرض کیا:

”یہ حاکم سیہون کی طرف سے آپ کے لئے تحفہ ہے اسے قبول فرمائیے اور براہ کرم کسی دوسری جگہ پر تشریف لے جائیے۔“

شیخ نے یہ سن کر فرمایا:

”جسے تم تحفہ کہتے ہو اس کی حیثیت ہمارے نزدیک مٹھی بھرا رکھ سے زیادہ نہیں ہے۔“

یہ کہہ کر شیخ نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا:

”اس خوان کو اٹھا کر آگ میں ڈال دو۔“

چوہٹ راجہ کے وزیر نے بڑی حیرت سے مسلمان درویش کی بات سنی۔ وہ دل ہی دل میں خندہ زن تھا کہ ایک معمولی سی آگ قیمتی ہیروں اور سونے کے ٹکڑوں کو کس طرح جلا سکتی ہے؟

خدمت گار نے اپنے مرشد کے حکم کے مطابق خوان اٹھا کر آگ میں ڈال دیا۔ ایک شعلہ سا بھڑکا اور تمام لعل، جواہر اور سونے کے ٹکڑے جل کر خاک ہو گئے۔ شیخ

نے اس بت پرست وزیر سے فرمایا:

”ہمیں نذر کرنے کے لئے ایک مٹھی بھر رکھ لائے تھا۔“

چوہٹ راجہ کا وزیر کچھ دیر تک تو پتھرائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ یہ ناقابل یقین منظر دیکھتا رہا۔ وہ سونا جو تپتی ہوئی بھٹی میں بہت دیر کے بعد پگھلتا تھا اسے معمولی آگ کے شعلوں نے چند لمحوں میں جلا کر خاک کر دیا تھا۔

مسلمان درویش کی یہ کرامت دیکھ کر وزیر نے درویش کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عاجزانہ لہجے میں بولا:

”میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے میں تو راجہ کے حکم سے مجبور ہوں

میری جان بخش دی جائے۔“

شیخ نے بے نیازانہ انداز میں فرمایا:

”تجھے معاف کیا جاتا ہے۔“

پھر جب وزیر کانپتے قدموں کے ساتھ واپس جانے لگا تو شیخ نے نہایت پر جلال لہجے میں فرمایا:

”اپنے راجہ سے کہنا کہ ہم یہاں سے واپس جانے کے لئے نہیں

آئے۔ ہم بفضل تعالیٰ اس بستی میں تادیر رہیں گے اور اسی کے حکم

سے اسی جگہ ہماری قبر تعمیر ہوگی۔ اگر حاکم سیہون اپنی سلامتی چاہتا

ہے تو خود یہاں سے چلا جائے۔ چوہٹ راجہ کو چاہئے کہ ہمارے

مرید کو نقصان پہنچانے سے باز رہے اور اسے عزت و احترام کے

ساتھ رہا کر دے ورنہ ہم خود اسے آزاد کرالیں گے۔“

وزیر دوبارہ حاکم سیہون کی خدمت میں پہنچا اور اس نے لعل و جواہر کے راکھ

ہو جانے کا پورا واقعہ سنا دیا۔ وزیر کی گفتگو سن کر چوہٹ راجہ غضبناک ہو گیا اور کہا:

”تو بزدل ہے کہ ایک معمولی سی بات سے ڈر گیا ہے میں نے اس سے بھی بڑی بڑی شعبدہ بازیاں دیکھی ہیں میری سلطنت میں ایسے بے شمار جادوگر موجود ہیں جو اس مسلمان سنیا سی کے طلسم کو پارہ پارہ کر دیں گے۔“

پھر جب وزیر نے شیخ کے عقیدت مند کو رہا کرنے کی بات کی تو راجہ اور بھی زیادہ بھڑک اٹھا اور کہا:

”ہم تو اسے نہیں چھوڑیں گے اگر وہ جادوگر اپنے چیلے کو آزاد کر سکتا ہے تو کرا لے۔“

ماہرین نجوم نے بھی راجہ کو سمجھایا کہ وہ ضد سے کام نہ لے مگر اس کے دماغ پر اقتدار کا نشہ طاری تھا۔ اس لئے وہ ایک ہی بات کو بار بار دہراتا رہا:

”وہ اپنے دل کی حسرتیں نکال لے میں ہر نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

چوہٹ راجہ کی ضد کو دیکھ کر وزیر و مشیر خاموش ہو گئے۔

اس دوران ایک اور عجیب واقعہ پیش آیا۔ اس درویش نے عشاء کی نماز ادا کی اور پھر خدمت گاروں کی موجودگی میں اپنے اس شاگرد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جو چوہٹ راجہ کی قید میں تھا اور کئی مہینوں سے دردناک سزائیں برداشت کر رہا تھا۔

”بودلہ! تم ہمارے پاس چلے آؤ ہماری آنکھیں تمہیں دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہی ہیں۔“

خدمت گار شیخ کی بات سن کر حیران تھے کہ پیر و مرشد کسے پکار رہے ہیں اور بودلہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ خادموں کو حیران پا کر شیخ نے فرمایا:

”بودلہ! ہمارا مرید ہے اور تمہارا بھائی ہے وہ ہمارے ہی حکم پر

سیہون آیا تھا مگر پہاں کے جابر حاکم نے اس پر جھوٹا الزام لگا کر اسے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ مگر آج رات زنداں کی دیواروں میں گہرے شگاف پڑ جائیں گے اور تمام زنجیریں کھل کر زمین پر گر جائیں گی اور بودلہ بس آنے ہی والا ہے۔“

ادھر پیر و مرشد کی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوئے اور ادھر بودلہ کا زخمی جسم اچانک زنجیروں سے آزاد ہو گیا۔ بودلہ نے بڑی حیرت سے یہ منظر دیکھا اور ابھی اس کی حیرانی برقرار تھی کہ یکا یک زنداں کا دروازہ کھل گیا۔ بودلہ سمجھ گیا کہ یہ غیبی امداد کے سوا کچھ نہیں ہے اس نے بے اختیار نعرہ مارا:

”میرا مرشد آ گیا، میرا مرشد آ گیا۔“

شدید زخمی ہونے کی وجہ سے بودلہ کی کمزوری بڑھ چکی تھی مگر جب وہ زنجیروں سے آزاد ہوا تو اس نے اپنے جسم میں نئی توانائی محسوس کی اور وہ تیزی سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ قید خانے سے باہر آ کر وہ صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ جب وہ باہر آیا تو بلند و بالا دیواریں اس کا راستہ روک رہی تھیں۔ یکا یک ایک دیوار شق ہوئی اور بودلہ ایک زوردار نعرہ مارتا ہوا اس راستے سے باہر نکل گیا۔ اسی دوران اسے مرشد کی آواز سنائی دی:

”بودلہ! اسی راستے پر چلے آؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“

بودلہ نے حیران ہو کر چاروں طرف دیکھا مگر دور دور تک کسی کی موجودگی کے آثار نہیں ملتے تھے۔ وہ اپنے مرشد کی آواز کو پہچانتا تھا آخر اسی آواز کے سہارے چل پڑا۔ ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ بودلہ کو چند خیمے نظر آئے۔ پھر وہ غیر ارادی طور پر ایک خیمے میں داخل ہوا یہ اس کے مرشد کا خیمہ تھا۔ بودلہ نے حیران ہو کر شیخ کی طرف دیکھا۔ پھر والہانہ انداز میں آگے بڑھا اور مرشد کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگا۔ شیخ

کے دوسرے خدمت گار بھی ایک اجنبی شخص کو خیمے میں داخل ہوتے دیکھ کر اس کے گرد سمٹ آئے تھے۔ بودلہ ہچکیوں سے رو رہا تھا اور مرشد اس کے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نہایت مشفقانہ لہجے میں فرما رہے تھے:

”بس تمہاری آزمائش ختم ہوئی تم سرخرو ٹھہرے اور تمہارے دشمن ہلاکت کو پہنچے۔“

خدمت گاروں نے دیکھا کہ اجنبی شخص کے پورے جسم پر زخموں کے نشانات تھے اور جگہ جگہ سے گوشت نچا ہوا تھا۔ شیخ نے اپنے خدام کی طرف دیکھ کر فرمایا:

”یہی تمہارا بھائی بودلہ ہے اسے چوہٹ راجہ نے ناحق ستایا ہے انشاء اللہ العزیز وہ بہت جلد اپنے عبرتناک انجام کو پہنچے گا۔“

پھر دیکھنے والے حیران رہ گئے کہ چند روز میں ہی بودلہ کے تمام زخم کسی دوا کے بغیر ہی بھر گئے اور جسم پر چوٹ کا نشان تک باقی نہ رہا۔ یہ شیخ کی ایک اور زندہ کرامت تھی۔ دوسرے دن جب قید خانے کے محافظوں نے بودلہ کو موجود نہ پایا تو انہوں نے چوہٹ راجہ کو اطلاع کر دی جس سے راجہ کے دربار میں ہلچل برپا ہو گئی۔ ایک وزیر نے ڈرتے ہوئے چوہٹ راجہ سے کہا:

”مہاراج! آپ نے دیکھا کہ مسلمان درویش اپنے قیدی کو کس طرح چھڑا کر لے گیا ہے کہ ہمارے مضبوط دروازے اور طاقتور محافظ کسی کام نہ آسکے ابھی بھی ہمارے پاس وقت ہے کہ ہم اس درویش کو ستانے سے باز آجائیں۔“

یہ وہی وزیر تھا جو شیخ کی خدمت میں قیمتی تحائف لے کر حاضر ہوا تھا۔ چوہٹ راجہ نے اپنے وزیر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

جب مسلمان درویش کی اس کرامت کا شور ہوا تو زنان بازار کی طوائفیں اپنے

گھر چھوڑ کر چلی گئیں درویش نے حکم دیا:

”ان مکانوں کو منہدم کر دو اور زمین کو ہموار کر دو۔“

درویش کے خادین نے حکم پر عمل پیرا کرتے ہوئے ان طوائفوں کے مکانوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔ کچھ ہی دیر میں یہ خبر پورے شہر میں مشہور ہو گئی کہ درویش کے خادم مکان منہدم کر رہے ہیں۔ اس دوران چند مسلح افراد گھوڑوں پر نمودار ہوئے اور ان کے سالار نے انتہائی غصے میں ایک خادم کو مخاطب کر کے کہا:

”تم لوگ کس کے حکم پر مکانوں کو ڈھا رہے ہو؟“

خادین نے ان مسلح افراد سے مرعوب ہونے کی بجائے کہا کہ وہ اپنے شیخ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں۔

اس شخص نے پوچھا:

”تمہارا شیخ کون ہے؟“

تو خادین نے درویش کے خیمے کی طرف اشارہ کر دیا۔ مسلح شخص چیختا ہوا بولا:

”میں اس زمین کا مالک تم کس حیثیت سے میرے ان تعمیر شدہ

مکانات کو منہدم کر رہے ہو؟“

اس دوران درویش اپنے خیمے سے باہر آ گیا۔ درویش کو دیکھتے ہی اس سالار کے منہ سے گالیاں نکلنے لگیں۔ درویش نے کچھ کہے بغیر اپنے عصا سے اس کے جسم پر ضرب لگائی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پورا علاقہ اس کی چیخوں سے گونج اٹھا۔ وہ زمین پر کسی ذبح کئے ہوئے جانور کی مانند تڑپ رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا سے رخصت ہو گیا۔ باقی تمام افراد اس منظر کو دیکھ کر وہاں سے فرار ہو گئے اور چوہٹ راجہ کے پاس جا کر سارا واقعہ اس کو بیان کر دیا اور کہا:

”مہاراج! اگر اس درویش کو نہ روکا گیا تو وہ پورے سیہون پر چھا

جائے گا۔“

چوہٹ راجہ اپنے سپاہیوں کی بات سن کر خود درویش کے پاس پہنچا اور نہایت تحقیر آمیز لہجے میں بولا:

”تم سے اس قتل کا حساب لیا جائے گا۔“

چوہٹ راجہ کا خیال تھا کہ درویش اس کا رعب و دبدبہ دیکھ کر خوفزدہ ہو جائے گا مگر درویش نے اس کے مادی اقتدار کی نفی کرتے ہوئے کہا:

”تم کون ہو اور کس قتل کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟“

ایک مرد مومن کی اس شان بے نیازی پر چوہٹ راجہ بھڑک اٹھا اور کہنے لگا:

”میری ہی زمین پر رہتے ہو اور مجھ ہی سے سوال کرے ہو کہ میں

کون ہوں؟“

درویش نے جان بوجھ کر اپنی لاعلمی اور بے خبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

”زمین کی ملکیت کا معاملہ کچھ اور ہے اور جسے تم عنقریب اپنی

آنکھوں سے دیکھ لو گے فی الحال اپنی آمد کا مقصد بیان کرو۔“

یہ سن کر چوہٹ راجہ غضبناک ہو گیا پھر اس نے اپنے ایک وزیر کی جانب اشارہ

کیا کہ وہ اس درویش کو فرد جرم پڑھ کر سنائے۔ وزیر درویش سے مخاطب ہوا:

”تمہارا پہلا جرم یہ ہے کہ تم کسی بھی قسم کی اجازت کے بغیر اس

محلے میں خیمہ زن ہوئے اور ان ناچنے گانے والی عورتوں کو بے

دخل کیا جو کہ ایک طویل عرصے سے یہاں مقیم تھیں۔ پھر ان مکانوں

کو مسمار کرنا شروع کیا جو سلار کی ملکیت تھے اور آخر میں جب

زمین کا مالک ان زیادتیوں کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے آیا

تو تم نے اس کو قتل کر ڈالا۔“

مسلمان درویش نے اپنے خلاف فرد جرم سنی اور پھر نہایت مطمئن لہجے میں الزامات کا جواب دینا شروع کیا۔ درویش نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

”ہم مسلمان کسی پر جبر نہیں کرتے طوائفیں یہاں سے خود گئیں انہیں کسی نے زبردستی نہیں اٹھایا مکانوں کو مسمار اس لئے کیا گیا کہ وہ ناپاک تھے۔ تمام زمین اللہ عزوجل کی ملکیت ہے اس لئے اسی کے حکم سے یہ جگہ اب ہماری ملکیت ہے اور ہم نے کسی کو قتل نہیں کیا ہاں ایک پاگل کتا ادھر ضرور آیا تھا اور ہم نے بہت چاہا کہ وہ ادھر سے بھونکتا ہوا گزر جائے اور ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچے مگر جب وہ کاٹ کھانے کے لئے جھپٹا تو ہم نے اسے اللہ عزوجل کے فرمان کے بعد ہلاک کر ڈالا وہ سامنے اس کی قبر ہے۔“

چوپٹ راجہ درویش سے مخاطب ہوا:

”وہ کتا نہیں سردار تھا۔“

درویش نے بے نیازی سے الفاظ دہراتے ہوئے کہا:

”ہماری نظر میں مرنے والا کتا ہی تھا جسے ہم نے زمین کے سپرد کیا ہے۔“

چوپٹ راجہ نے اپنے سپاہیوں کو قبر کھولنے کا حکم دیا اور انتہائی قہر آلود لہجے میں

درویش کو تنبیہ کرتے ہوئے بولا:

”اگر اس گڑھے سے سالار کی لاش برآمد ہوگئی تو پھر تم لوگوں کی خیر نہیں ہے اس قتل کی پاداش میں ایک ایک کو سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔“

درویش نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا:

”یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کا کیا حشر ہوگا؟ ویسے تم اطمینان

سے قبر کھول کر دیکھ لو کہ وہاں تمہارا سالار دفن ہے یا کہ کوئی کتا۔“

جب قبر کو کھولا گیا تو چوہٹ راجہ اور اس کے سپاہی یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے کہ

قبر میں اس سالار کی بجائے ایک سیاہ کتا دفن تھا۔ سپاہی یہ منظر دیکھ کر بھاگ گئے۔ صرف

کچھ وفادار چوہٹ راجہ کی ناراضگی کے خوف سے وہاں سے فرار نہ ہوئے۔ کچھ دیر کے

بعد چوہٹ راجہ ایک شکست خوردہ انسان کی حیثیت سے اپنے محل میں واپس لوٹ آیا اور

درویش کے خدمت گاروں نے مکانوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد راجہ چوہٹ کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ سیہون میں ایک

درویش کی موجودگی اس کے لئے مستقل عذاب بن گئی اور وہ درباریوں کے سامنے تو

بظاہر اپنے آپ کو بے خوف ثابت رکھنے کی کوشش کرتا لیکن اسے اندرونی طور پر اب ان

نجومیوں کی بات یاد آتی:

”مہاراج! یہ وہی شخص ہے جس کے ہاتھوں آپ کی زندگی اور

اقتدار کو شدید خطرہ لاحق ہوگا۔“

بالآخر چوہٹ راجہ نے اپنے علاقے کے کچھ جادوگروں کو طلب کیا اور ان

سے درویش کے بارے میں مشورہ کیا۔ بہت غور و فکر کے بعد تمام جادوگر ایک ہی نتیجے پر

پہنچے اور ان بد بختوں نے چوہٹ راجہ کے روبرو اس مسلمان درویش کی روحانی طاقتوں کا

اعتراف کرتے ہوئے کہا:

”مہاراج! اس شخص کی اڑان بہت اونچی ہے بد قسمتی سے ہمیں

اس مقام تک رسائی حاصل نہیں ہے ہمارا علم و ہنر مسلمان درویش

کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“

جادوگروں کے اس اعتراف پر چوہٹ راجہ بہت برہم ہوا اور ان سے کہا:

”جب تم لوگ میرے دشمن کو دفع نہیں کر سکتے تو پھر تمہارا عدم اور

وجود دونوں برابر ہیں۔“

اس دوران ایک جادوگر نے چوپٹ راجہ سے کہا:

”اگر ایک ترکیب پر عمل کیا جائے تو اس سے آپ کو اپنے دشمن

سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔“

چوپٹ راجہ نے وہ ترکیب پوچھی تو جادوگر نے کہا:

”اگر کسی طرح مسلمان درویش کے شکم میں حرام غذا داخل کر دی

جائے تو اس کی ساری روحانی قوت زائل ہو جائے گی اور پھر تو

ہمارے جادو کی شکتی اس پر غالب آجائے گی۔“

چوپٹ راجہ نے جادوگر کا یہ مشورہ قبول کر لیا اور پھر کچھ دن تک درویش کی

خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔ یہ چوپٹ راجہ کی سیاسی چال تھی

اور وہ اپنے منافقانہ عمل سے یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ اس نے مسلمان درویش کے وجود کو

تسلیم کر لیا ہے۔ آخر چوپٹ راجہ نے ایک روز کسی حرام جانور کا گوشت پکوا یا اور کئی خوان

سجا کر مسلمان درویش کی خدمت میں بھیج دیئے۔

خدمت گاروں نے چوپٹ راجہ کی نذر قبول کی اور تمام خوان اپنے مرشد کی

خدمت میں پیش کر دیئے۔ درویش نے خدام سے پوچھا:

”یہ کیا ہے؟“

خدام نے عرض کیا:

”راجہ نے آج فقیروں کی دعوت کی ہے۔“

درویش نے ایک خوان سے کپڑا اٹھایا اور کھانا دیکھتے ہی درویش کا رنگ متغیر

ہو گیا پھر چہرے پر غیظ و جلال کے آثار نمایاں ہوئے۔ خدام حیرت و سکوت کے عالم

میں مرشد کی بدلتی ہوئی کیفیت دیکھ رہے تھے:

”ہمارا خیال تھا کہ وہ کافر اتنی نشانیاں دیکھنے کے بعد ایمان لے آئے گا مگر جس کی تقدیر میں ہلاکت و بربادی لکھی جا چکی ہو اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں ٹال سکتا۔“

یہ فرما کر درویش نے کھانے سے بھرا ہوا خوان الٹ دیا۔ درویش کے اس عمل سے خدام پر لرزہ طاری ہو گیا اور پھر دوسرے ہی لمحے زمین لرزنے لگی۔ سیہون شدید زلزلے کی لپیٹ میں تھا۔ زمین نے دو تین کروٹیں لیں اور طاقت و اقتدار کا سارا کھیل ختم ہو گیا۔ ادھر درویش کے سامنے خوان الٹا پڑا تھا اور ادھر چوپٹ راجہ کے قلعے کی بنیادیں الٹی ہو گئی تھیں۔ سینکڑوں منکرین ملبے میں دب کر ہلاک ہو گئے تھے اور پھر کچھ دن کے بعد ان کی ہڈیاں گل سڑ کر خاک ہو گئیں۔

یہ درویش مشہور بزرگ حضرت سید لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے ہیبت و جلال سے باطل پرستوں کی صفوں میں شگاف پڑ گئے۔ ہزاروں پتھر کے پجاریوں نے اپنے ماتھوں سے قشقے کے نشانات کھرچ ڈالے اور گلے میں پڑے ہوئے زنار توڑ کر پھینک دیئے۔ درختوں، جانوروں، ستاروں، چاند اور سورج کو سجدہ کرنے والوں نے اللہ عزوجل کی وحدانیت پر گواہی دی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے خوف سے جو طوائفیں ترک سکونت کر کے کسی اور محلے میں چلی گئی تھیں انہیں سکون قلب میسر نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ وہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر تائب ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئیں۔

مصنف قلندر نامہ کا دعویٰ ہے:

”حضرت لعل شہباز قلندر سیہون شریف میں ۶۴۹ھ میں تشریف

لائے اور اس ضمن میں انہوں نے ایک فارسی شعر سے یہ تاریخ نکالی ہے جو ذیل ہے:

چوں باز آشیاں قدس شہباز
سیوہستان را نمودہ جنت آسا
خود تاریخ آں از روئی اخلاص
نمود آفتاب دین گفتا!

اخلاص کے پہلے حرف الف کے عدد آخری مصرعہ کے عدد سے جمع کئے جائیں گے تو ۶۴۹ھ برآمد ہوگا۔
تحفۃ الکرام کی روایت ہے:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند حضرت صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سیر و سفر کرتے ہوئے ٹھٹھہ پہنچے اور وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات پیر پٹھ سیہوئی۔ پیر پٹھ نے ۶۴۲ھ میں وفات پائی تھی اس لئے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس سے بھی پہلے سندھ میں وارد ہوئے۔ سیر و سیاحت کے بعد ۶۴۹ھ میں سیہون میں آ کر قیام کیا۔“

تاریخ مصنوعی اور تاریخ فیروز شاہی میں ملتان کے گورنر سلطان محمد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا ذکر بھی آیا ہے۔ سلطان محمد سلطان غیاث الدین بلبن کے فرزند تھے اور ۶۶۹ھ میں ملتان کے حاکم مقرر ہوئے حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۶۶۱ھ میں ہوا تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ۶۶۱ھ سے پہلے بھی ملتان گئے تھے جب حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے اور

۶۶۹ھ کے بعد بھی ملتان گئے تھے جب سلطان محمد ملتان کے گورنر تھے۔

روایت ہے کہ سیہون میں آنے سے قبل حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے لکی

میں حضرت سید صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا:

”آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اولاد میں سے ایک بیٹا میرے ساتھ دیجئے تاکہ

وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے۔“

چنانچہ حضرت سید صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پوتے حضرت سید صلاح الدین

رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا۔ حضرت سید صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ہی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

کے دربار کی سجادہ نشینی نصیب ہوئی۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنے تینوں احباب

حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری اور حضرت خواجہ

فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت سید صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تھے۔

بہر حال سیہون آنے سے قبل حضرت سید صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ضرور ہوئی تھی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے آنے سے پہلے سیہون کی سرسبزی و شادابی

میں کمی ہو گئی تھی لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے یہ علاقہ پھر سرسبز و شاداب ہو گیا۔



سلسلہ رشد و ہدایت

لب جوہر سے نکلنے لگیں نعماتِ درود
آئینہ تجھ کو جو دیکھے تو ثنا خواں ہو جائے

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ میں آ کر یہاں کے عوام کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کی۔ اصلاحی و تبلیغی مشاغل جاری کئے لیکن تاریخ پر تاریکی کے گہرے پردے پڑے ہونے کی وجہ سے ہم اس تفصیل سے آگاہ نہیں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کارنامہ تو یہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے فاحشہ عورتوں نے فحاشی سے توبہ کر لی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معتقدوں کو سیہون کو آباد کرنے اور یہاں کاشت کاری کا حکم دیا جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں محنت اور کسب حلال کا عنصر تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تارک دنیا ہونے کی بجائے اپنی قوت بازو سے محنت کر کے روزی کمانے کی تعلیم دی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف عوام کی روحانی اصلاح کے لئے کوشش کی بلکہ عوام کی اقتصادی اصلاح پر بھی بھرپور توجہ دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تبلیغی و اصلاحی کام صرف سیہون تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میں جگہ جگہ گھومے۔ تحفۃ الکرام اور لب تاریخ میں ہے:

”حضرت لعل شہباز قلندر، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اور حضرت سید جلال الدین سرخ

بخاری رحمۃ اللہ علیہ سندھ میں بہت گھومے پھرے اور لوگوں کو دین اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا۔
حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سندھ میں گھومنے اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں تحفۃ الکرام میں لکھا ہے:

”رکن پور حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر ایک گاؤں ہے یہاں سومرو ذات کے ایک شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ ان کی زیارت کے لئے یہاں تشریف لائے تھے اور اسی نسبت سے اسے رکن پور کہا جانے لگا۔ شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی نام چنیر تھا۔ کہا جاتا ہے اتفاق سے کسی وقت شیخ رکن الدین اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ وہاں آنکے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شہد، روٹی اور دودھ کی فرمائش کی جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری کر دی۔“

تحفۃ الکرام کی دوسری روایت کے مطابق:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ دود رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد فاتحہ خوانی کے لئے بھی گئے تھے۔“

اگر یہ دونوں روایتیں درست ہیں کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملے تھے اور وہاں بعد میں بھی گئے تھے تو یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تھی کیونکہ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بعد میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا سندھ میں آنا

جانا تو ثابت ہے کیونکہ سندھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مرید تھے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ریحان رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بعد میں آئے ہوں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے اس گاؤں کا نام رکن پور رکھ دیا ہو۔

صاحب تحفۃ الکرام نے رکن پور کو نیرن کوٹ موجودہ حیدر آباد کے نزدیک بیان کیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ میں دور دور تک سیر و سیاحت کی۔ لازمی طور پر یہ سیر و سیاحت تبلیغی سرگرمیوں کے لئے ہوگی۔ اسی مؤرخ نے دوسری جگہ ”منگھ کے طوق“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

”مشہور پہاڑ ہے حاجی منگھ نامی ایک اہل اللہ بزرگ وہاں مدفون ہیں جو حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے اور اس کے علاوہ حاجی منگھ پہاڑ میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ”کندری“ نامی ایک نہر بھی ہے جس کے دونوں اطراف میں فرحت بخش باغات اور فقیروں کے پرسکون آستانے ہیں۔“

منگھ پیر کراچی کے قریب ہے اور وہاں ایک نہر پر بقول میر علی شیر قانع حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں گئے تھے اس کے بعد ہی اس نہر کا نام آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر پڑا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیاحت کا دائرہ کتنا وسیع تھا۔ یہ تو پہلے بھی بیان ہو چکا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کی سیاحت تبلیغ کے لئے کی ہوگی کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سندھ کو نور ایمان سے منور کرنے کے لئے آئے تھے۔

حیدر آباد کے قریب ”گنجہ تکر“ کے نزدیک ٹڈھ غلام حسین میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے چلہ کی جگہ مشہور ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے

حیدرآباد کی طرف بھی سیر و سفر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حیدرآباد کے اطراف میں ساجن سوائی اور تاج الدین طریل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقاتیں کیں۔

ایک اور روایت کے مطابق ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھٹھہ کے پیر پٹہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی۔

مولانا عبدالقادر نے اپنی تصنیف ”حدیقتہ الاولیاء“ میں حضرت لعل شہباز قلندر

رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر پٹہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تعلق کو یوں بیان کیا ہے:

شیخ پٹہ سرور سلطان دین!

فارس میدانِ عرفان و یقین

واصلِ حق صاحبِ صدق و صفا

مظہرِ مجموعہٗ انوارِ حق!

در من غارِ جبلِ ماویٰ گرفت

لعل و ش در سگِ خار جا گرفت

از خلایق دورِ باحق در حضور!

منتخبی از چشمہٗ چوں در دیدہ نور

کس بنودہ مطلعِ برحالِ شان!

گوہرے بودہ نہاں در جوفِ کاں

اتفاقاً شیخ عثمان شاہباز

آں شبہ سردارِ دین و سرفراز

ہمرہٗ شیخ الشیوخ صدر الدین

شیخ زکریا بہاؤ الدین امیں

از صفائی باطن و نور ضمیر!
 یافتند آں اہل دل را گوشہ گیر
 شیخ پتہ از سر صدق و یقین
 شد مرید شیخ زکریا میں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ سے گزرے تھے جہاں شیخ پتہ رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ جب وہ گزر رہے تھے تو ان کو معلوم ہوا کہ یہاں کوئی اہل دل رہتا ہے اس کے بعد وہ ان سے ملے اور حضرت شیخ پتہ رحمۃ اللہ علیہ صدق اور یقین سے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سندھ کا تبلیغی دورہ کیا تھا۔

ایک عوامی روایت ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سیہون سے لاہوت بھی گئے وہاں سے ہنگلاج اور پھر کراچی آ کر منگھ پیر سے ملے۔ منگھ پیر سے ملاقات کا ذکر تو صاحب تحفۃ الکرام نے بھی کیا ہے جو کہ پہلے بیان ہو چکا۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے قدیم پاٹ میں حاجی اسماعیل پنوہر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی۔ قدیم پاٹ کے کھنڈرات کے قریب حاجی اسماعیل پنوہر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار آج بھی موجود ہے۔

صاحب تحفۃ الکرام نے مکی کے بزرگوں کے ضمن میں لعل کا ذکر بھی کیا ہے جن کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سے بھائی یا پھر چچا زاد بھائی تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں لال یا تو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سندھ میں آئے تھے یا حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سندھ میں اقامت

اختیار کرنے کے بعد سندھ میں آئے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سندھ کی سیر و سیاحت کی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ٹھٹھہ میں رہنے کا حکم دیا ہو۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سیاحت کے دوران رشد و ہدایت کے ساتھ خالق حقیقی کی عبادت بھی کرتے رہے۔ تحفۃ الکرام کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کندری نہر پر اور گنجہ ٹکر کے نزدیک چلہ کش ہوئے۔ سیر و سیاحت کے بعد جب سیہون واپس آئے تو وہاں سے شر و فساد اور بڑائی کو جڑ سے اکھیڑ دیا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ مستقلاً یادِ حق میں مشغول رہنے لگے۔

صاحب قلندر نامہ نے لکھا ہے:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سیہون میں تشریف فرما ہوئے اور فساد کو ختم کر کے یادِ حق میں مشغول رہنے لگے۔“



حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

بحیثیت عالم دین

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ مذہبی علوم کے عالم بھی تھے اور فارسی و عربی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت کی وجہ سے بیشتر اہل علم حضرات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دینی و دنیوی مسائل کے بارے میں استفادہ کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ بات بھی مشہور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں بطور مدرس بھی خدمات انجام دیں۔ مشہور انگریز مؤرخ برٹن لکھتا ہے:

”۱۸۵۲ء میں برصغیر پاک و ہند کے مدارس میں جو کتب عام طور پر پڑھائی جاتی تھیں وہ سب کی سب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ تھی۔“



کشف و کرامات

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامت تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ ذیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چند کرامات کو بطور نمونہ بیان کیا جا رہا ہے۔

ہندو عورت کی عقیدت:

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت بھی بہت مشہور ہے کہ سیہون شریف میں قیام کے دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گلے میں ایک گلوبند رہتا تھا جو کہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اس گلوبند کے وزن کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گردن ہمیشہ جھکی رہتی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ عزوجل کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ اسی حالت میں اکثر آپ رحمۃ اللہ علیہ محلہ نوگا کے نزدیک ایک گلی میں جا کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ کانوگا ہندوؤں کا ایک مشہور خاندان تھا۔ یہ لوگ پردہ کی سخت پابندی کیا کرتے تھے ان کی عورتوں کو اگر کہیں جانا ہوتا تھا تو وہ ڈولی میں بیٹھ کر جاتی تھیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب اس گلی میں آ کر بیٹھتے تو اس محلے کی ایک عورت چھپ کر کھڑکی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کرتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گلے میں گلوبند پڑا رہتا تھا اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا چہرہ اوپر اٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھتے تھے۔ ایسی حالت میں وہ عورت بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کی زیارت نہ کر سکتی تھی۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ تک چلتا

رہا وہ عورت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار پر قادر نہ ہو سکی۔ آخر کار ایک دن وہ اس قدر بے تاب ہوئی کہ اس نے کھڑکی سے چھلانگ لگا دی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں آن گری۔ اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کا دیدار کیا اس کی روح قفسِ عصری سے پرواز کر گئی۔ اس بات کی خبر پورے محلہ میں پھیل گئی اور لوگ بھاگتے ہوئے آئے تاکہ اس عورت کی لاش کو اٹھا کر لے جائیں۔ عورت کے گھر والوں نے اس کی لاش کو اٹھانا چاہا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر ان لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں لاش اٹھا کر لے جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم سچے دل سے نیت کے ساتھ اس کو اٹھاؤ کہ تم اس کو جلانے کی بجائے دفن کرو گے تو پھر تم اس کو اٹھا سکو گے ورنہ نہیں۔ ان لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے وعدہ کیا کہ وہ عورت کو دفن کریں گے چنانچہ اب انہوں نے لاش کو اٹھانا چاہا تو وہ اٹھائی گئی۔ پھر انہوں نے اسے اسلامی اصولوں کے مطابق اسی محلہ میں بڑے دروازے کے نزدیک دفن کر دیا۔ اب بھی اس کا مزار وہاں موجود ہے اور جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہوتا ہے تو وہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مہندی اٹھائی جاتی ہے اور بڑی دھوم دھام سے اس کو لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف پر لایا جاتا ہے۔

خوشحالی اور شادابی کے دروازے کھل گئے:

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت بھی عقیدت مندوں میں بے حد مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیہون شریف میں صاحب کرامت ولی اللہ کے طور پر جانے جاتے تھے۔ بے شمار لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مندوں کی صف میں شامل تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کرتے رہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی بھلائی اور انہیں راہِ حق پر گامزن کرنے کی غرض سے رات دن خدمتِ خلق میں مصروف

رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سیہون شریف اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں اس قدر شدید قحط پڑا کہ لوگوں کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ کھانے کی کوئی بھی چیز دور دور تک دکھائی نہ دیتی تھی۔ بارشیں ہونا بند ہو گئیں۔ نہریں خشک ہو گئیں۔ جو پانی تھا وہ بھی زیر زمین چلا گیا۔ کنویں سوکھ گئے اور پانی کا کہیں بھی نام و نشان نظر نہ آتا تھا۔ اس قدر خوفناک قحط کی صورت پیدا ہو گئی کہ زندہ بچنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔ ہر کوئی پریشانی اور مصیبت میں مبتلا تھا۔ آخر کار علاقے کے سینکڑوں لوگ اکٹھے ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اقدس کے گرد جمع ہو گئے اور آہ و زاری کرنے لگے اور دہائیاں دینے لگے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کا شور سنا تو اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے۔ لوگوں کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم سب لوگ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرو اور میرے پیچھے کھڑے ہو جاؤ میں اللہ عزوجل سے بارانِ رحمت کی دعا مانگتا ہوں تم سب با آواز بلند آمین کہتے جانا۔ لوگ فوراً اس کے لئے تیار ہو گئے اور گڑ گڑاتے ہوئے اللہ عزوجل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے توبہ استغفار کی۔ پھر انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے کھڑے ہو کر دعا کی غرض سے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الہی میں عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا مانگنا شروع کر دی:

”اے میرے پروردگار! میں تیرا بڑا ہی مسکین اور عاجز بندہ ہوں
گو میرے گناہ اس قدر زیادہ ہیں کہ تیرے حضور کھڑے ہوتے
ہوئے شرمندگی محسوس کرتا ہوں لیکن اے میرے پروردگار! میں
تیرے ہی حکم کے مطابق تیری بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور
اس مصیبت کی گھڑی میں تجھ کو ہی پکارتا ہوں۔ اے باری تعالیٰ!

تو میرے گناہوں کی طرف نہ دیکھ بلکہ اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم سے ہم پر نگاہ کرم فرما۔ یہ تیرے عاجز اور مسکین بندے میرے پاس مشکل حالات میں آئے ہیں میں ان کو تیری بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے تیرے حضور فریاد کرتا ہوں۔ اے اللہ! میری فریاد پر توجہ فرما میری دعا کو قبولیت کا شرف عطا فرما اپنے بندوں کو اس قحط سے نجات عطا فرما اپنے آسمانوں کو حکم دے کہ وہ پانی برسائیں اپنی زمین کو حکم فرما کہ وہ رزق اگائے اپنے چشموں اور اپنے دریاؤں کو حکم فرما کہ وہ پانی سے بھر جائیں اپنے کنوؤں کو حکم فرما کہ وہ پانی سے ابلنے لگیں۔ اے اللہ! ہر طرف ہریالی پیدا فرما خوشحالی اور آسائش مہیا فرما۔ اے اللہ! ہم سب پر اپنا رحم و کرم نازل فرما ہم سب کی دعا کو قبول فرما ہمیں اس قحط کے عذاب سے نجات عطا فرما۔ اے میرے پروردگار! ہم تجھے تیرے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر عاجزی و انکساری کے ساتھ التجا کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے نظر نہ پھر ہم سے عذاب ٹال دے اپنا خصوصی فضل و کرم نازل فرما اور بارانِ رحمت برسا۔ اے اللہ! تیرے یہ بندے قحط کی وجہ سے پریشان اور مصیبت میں مبتلا ہیں تو ہی ان کی مدد فرمانے والا ہے تو ہی اس مصیبت سے باہر نکالنے والا ہے۔ اے میرے پروردگار! ہم بڑی امیدیں لے کر اپنے دامن پھیلائے دست دعا دراز کئے تیری بارگاہ میں حاضر ہیں ہم پر اپنا فضل و کرم نازل فرما۔ تجھے تیری رحیمی اور کریمی کا واسطہ دیتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ تو ہماری دعا کو رد نہیں فرمائے گا۔“

ابھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ دعا مانگ کر اپنے حجرہ مبارک میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ عزوجل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور بارانِ رحمت نازل فرمائی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ عزوجل نے اپنے مقبول بندوں میں شامل کر رکھا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعائیں کرانے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ عزوجل کی بارگاہِ اقدس میں ان کے حق میں دعا فرماتے اور اللہ عزوجل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کو رد نہیں کرتے تھے۔ اب بھی قحط کے ستارے ہوئے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہی فریاد لے کر آئے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے بعد خوب بارش برسا شروع ہو گئی چشموں میں پانی جاری ہو گیا جو کنویں خشک تھے وہ پانی سے بھر گئے ہر طرف جل تھل ہو گئی کھیتیاں سیراب ہو گئیں لوگوں کو وافر پانی میسر ہو گیا جانداروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہر کوئی خوشی و مسرت سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔ اللہ عزوجل نے اپنے نیک بندے کے طفیل لوگوں کو قحط کے عذاب سے نجات دے دی تھی ان پر خوشحالی اور شادابی کے دروازے کھول دیئے تھے۔ لوگوں نے اس خوشی کا بھرپور اظہار کیا کھانے پکائے گئے اور غرباء و مساکین میں تقسیم کئے گئے۔

مریض کبھی مایوس نہیں لوٹے:

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے والا کوئی بھی مریض کبھی مایوس نہیں جاتا تھا۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے طفیل بفضل باری تعالیٰ صحت یاب ہو کر واپس جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب کسی مریض کو دیکھتے تو اس پر گہری نظریں جمادیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے بیماری! میں اللہ کے نام کا تجھے واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس کے پاس سے چلی جا۔ اس جملہ کے کہتے ہی تندرستی

کے آثار پیدا ہونے لگتے تھے اور مریض افاقہ محسوس کرنے لگتا تھا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی چند آیات کریمہ تلاوت فرماتے اور پانی پر دم کر کے فرماتے کہ اس پانی کو مریض کو پلاؤ اور مریض کی آنکھوں پر لگاؤ۔ مریض کے لواحقین آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت پر عمل کرتے اس طرح مریض صحت یاب ہو جاتے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پر دم کرتے وقت ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھتے ایک مرتبہ سورہ الفلق اور سورہ الناس پڑھتے۔ پھر اس کے بعد کلمہ پڑھتے اور پھر خلفائے راشدین کے نام کے وسیلہ جمیلہ سے مریض کی شفا یابی کے لئے اللہ عزوجل سے دعا مانگتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بارگاہ الہی میں مقبول ہوتی اور ہر طرح کا مریض صحت یاب ہو جاتا اور اس کی بیماری مکمل طور پر رفع ہو جاتی۔

درسِ عبرت:

ایک مرتبہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سیہون شریف سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں اس گاؤں کے لوگ گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی خلاف ورزی میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کو جا کر سیدھی راہ دکھاتے اور گناہوں سے منہ موڑ کر نیکی اور بھلائی کی طرف رغبت دلاتے چنانچہ اسی مقصد کی خاطر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے قبل بھی بہت سے نیک صفت بندوں نے اس گاؤں میں آ کر گاؤں والوں کو نیکی کی تلقین کی، راہ نجات کی طرف بلایا مگر ان لوگوں کے دلوں پر کسی وعظ یا نصیحت کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا بلکہ وہ وعظ و نصیحت کرنے والوں کو ایذا پہنچا کر گاؤں سے چلے جانے پر مجبور کر دیتے تھے۔ ایسے سرکش اور باغی قسم کے لوگوں کو سمجھانے کی خاطر آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے مگر ان لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی

بات پر بھی دھیان نہیں دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو واپس چلے جانا پڑا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ممکن طریقے سے گاؤں والوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ پیار و محبت، اخلاق و مروت، نرمی و خوش گفتاری غرض یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر تدبیر سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ان لوگوں پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار جا کر ان کو سمجھاتے رہتے ان کو راہِ نجات کی طرف بلا تے رہے لیکن انہوں نے بالکل بھی پرواہ نہ کی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جب ہر طرح سے ان کو دعوت ہدایت دے کر دیکھ لیا اور اس کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آگئے اور اللہ عزوجل کی بارگاہِ اقدس میں ان بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے تباہی کی درخواست کی۔ ابھی چند راتیں ہی گزری ہوں گی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں یہ بات بتائی گئی کہ اس گاؤں میں جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں جو شریعتِ مطہرہ کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کے احکامات پر عمل کرتے ہیں ان کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے گھروں سے باہر نکل آئیں چنانچہ خواب کے اشارے کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس گاؤں میں اعلان کروا دیا کہ جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی اور بھلائی کا کام کرتے ہیں، برائی سے بچتے ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں وہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اپنے گھروں سے باہر آجائیں۔ اس اعلان کے سنتے ہی جو اہل ایمان تھے وہ سب اپنے اپنے اہل خانہ کے ساتھ گھروں سے باہر نکلنا شروع ہو گئے اور سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہ تمام اپنے گھروں سے باہر نکل آئے۔ ایسے شرارتی قسم کے لوگ جو گناہوں کی دلدل میں بری طرح پھنس چکے تھے وہ اس بات کو مذاق سمجھ رہے تھے اور لوگوں کا مذاق اڑانے میں مصروف تھے۔ وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ کچھ بھی نہیں ہوگا یہ سب کچھ ہمیں

ڈرانے کی غرض سے کیا جا رہا ہے تاکہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کے مطابق عمل کریں اور ان کی پیروی اختیار کریں۔ یہ لوگ اس خوشی فہمی میں ہی مبتلا تھے کہ آخر کار رات کا پہر شروع ہو گیا۔ شہباز قلندر اپنے گھروں کو چلے گئے اور جا کر سو گئے۔ نصف شب گزری تھی کہ اچانک زلزلہ کے زبردست جھٹکے آنا شروع ہو گئے سوئے ہوئے لوگ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے انہوں نے گھروں سے نکل کر بھاگنے کی بھرپور کوشش کی لیکن باہر نکلنے میں کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے ان کے گھر الٹ گئے اور وہ اپنے اپنے گھروں میں دب کر مر گئے۔ تمام بدکردار لوگوں کو ان کے کئے کی سزا مل چکی تھی۔ اللہ عزوجل کی قدرت اور اس کے فضل و کرم کی بدولت جو لوگ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تنگ نہیں کرتے تھے ان لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور وہ اور ان کے اہل خانہ مکمل طور پر محفوظ رہے۔ وہ لوگ پہلے سے زیادہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے گرویدہ اور معتقد ہو گئے۔ اللہ عزوجل کی اس قدرت اور غضب و جلال سے اردگرد کے دیہات کے لوگ بھی متاثر ہوئے اور خوفزدہ ہو گئے۔ لا تعداد افراد گناہوں سے توبہ کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے انہوں نے شریعتِ مطہرہ کی پابندی کرنا شروع کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ اب بھی اس گاؤں کے اٹنے کے آثار موجود ہیں جو کہ دیکھنے والوں کو درسِ عبرت دیتے ہیں۔

خطبہ کی کرامت:

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کرامت یہ بھی بہت مشہور اور زبان زدِ عام ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان اور آواز میں اس قدر تاثیر پیدا کی تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان لوگوں کے دلوں میں گھر کر جاتا تھا اور لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو اس قدر توجہ اور یکسوئی سے سنتے تھے کہ ایک سکوت سا طاری ہو جاتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز کی امامت بہت ہی کم کرواتے تھے اور ہمیشہ یہ

کوشش کرتے تھے کہ پاس موجود علمائے کرام میں سے کوئی امامت کروائے۔ جمعۃ المبارک کا خطبہ کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے۔ سیوستان میں قیام کے دوران دور دراز سے لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا واعظ سننے کے لئے جمعہ کے دن ذوق و شوق سے آتے تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ کی شہرت دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی اور صرف جمعہ کے دن لوگوں کے شوق و ذوق کو مد نظر رکھتے ہوئے جمعہ کے خطبہ کے ساتھ ساتھ امامت کے فرائض بھی خود ادا فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آواز کی حسن و خوبی سے نوازا تھا جو کہ سننے والوں کو مسحور کر دیتی تھی۔ خوش آواز ہونے کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں سوز و گداز بھی تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے عربی زبان میں بڑا فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا کرتے تھے جب کہ دوسرے خطبہ میں سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پاک پڑھتے تھے اور پھر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تعریف میں کلمات فرماتے تھے اور اس انداز میں بیان کرتے تھے کہ سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی اور وہ ایک خاص قسم کا سرور محسوس کرتے تھے۔ ان کی قلبی کیفیت کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا۔ سننے والے محبت و عقیدت کی فضاء میں اپنے آپ کو جھومتا ہوا محسوس کرتے تھے۔ اکثر لوگوں کی دوران خطبہ چیخیں نکل جاتیں، رقت بھرے قلب کے ساتھ روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو خاموشی کے ساتھ خطبہ سننے کی تلقین فرمایا کرتے تھے مگر اس کے باوجود بھی اکثر لوگوں کے ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے اور خوب روتے تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ خطبہ ختم فرماتے تھے تو مجمع پر ایک عجیب طرح کی روحانی کیفیت طاری رہتی تھی جو کہ کافی دیر تک جاری رہتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی خوبی اور انداز بیاں کا کراماتی اثر تھا کہ جو لوگوں کے اذہان و قلوب پر اثر انداز ہوتا تھا۔

ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے:

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب سیوستان میں تشریف لائے تو اس وقت سیوستان میں ایک مسلمان خاندان ایسا بھی تھا جو حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کی شان میں ناشائستہ کلمات کہتا تھا۔ خاندان کے ایک رئیس کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر ماہ چاند کی تین تاریخ کو ایک بلند مقام پر کھڑا ہو جاتا اور اپنی جماعت کے لوگوں کے سامنے ان خلفائے ثلاثہ کو برا بھلا کہتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب سیوستان میں قدم رکھا تو لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ تینوں بزرگ اللہ عزوجل کے ہاں مقبول ہیں اور اللہ عزوجل کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں لہذا اللہ عزوجل خود ہی فیصلہ فرمائے گا۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کے کچھ دنوں بعد اس رئیس کا انتقال ہو گیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کے مرنے کی خبر ملی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خاندان والوں کو کہلا بھیجا کہ اس کی قبر میں سانپ بھرے ہوئے ہیں اور قبر سے باہر نکل رہے ہیں چنانچہ جب خاندان والوں نے اس کی قبر پر جا کر دیکھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو سچ پایا۔ قبر میں سانپ نکل نکل کر زمین کے ایک سوراخ میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توبہ کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بن گئے اور ہمیشہ کے لئے خلفائے ثلاثہ کو برا کہنے سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے۔

مسواک درخت بن گئی:

ایک مرتبہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہ اقدس کے صحن میں بیٹھ کر وضو فرما رہے تھے۔ اس جگہ پر کافی دھوپ تھی اور کوئی سایہ نہیں تھا۔ دھوپ کی تپش کو دیکھتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت! ہم اس جگہ پر ایک سایہ دار درخت لگائیں گے تاکہ کچھ مدت کے بعد یہاں پر سایہ ہو جائے اور اس درخت

کے سائے میں بیٹھ کر لوگوں کو راحت ہو۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ وضو سے فارغ ہوئے تو اپنے ایک عقیدت مند کو اپنی مسواک دیتے ہوئے فرمایا کہ اس مسواک کو اسی جگہ پر زمین میں تھوڑی سی دبا کر کھڑی کر دو۔ عقیدت مند نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہوئے مسواک کو زمین میں لگا دیا۔ اللہ عزوجل کی قدرت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت یہ ظاہر ہوئی کہ اگلے دن ہی اس مسواک سے ہری شاخیں نمودار ہو گئیں اور چند ہی دنوں میں دیکھتے دیکھتے یہ چھوٹی سی مسواک ایک درخت کی شکل اختیار کر گئی اور یہ ایک سایہ دار درخت بن گئی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب تک حیات ظاہری کے ساتھ اس دنیا میں موجود رہے اس درخت کی نشوونما ہوتی رہی اور یہ درخت بڑھتا پھیلتا رہا لوگ اس درخت کے سایہ سے مستفید ہوتے رہے۔ جس دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو درخت نے خود بخود سوکھنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح یہ درخت ہرا بھرا رہے اس کی جڑوں میں پانی ڈالتے رہے لیکن سب کچھ بے سود ہی رہا۔ درخت مسلسل سوکھتا رہا اور چند دنوں میں ہی اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ اس درخت کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب تک وہ درخت موجود رہا کسی شخص کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کس چیز کا درخت ہے؟ اس درخت پر سوائے گھنی شاخوں اور ہرے بھرے پتوں کے اور کچھ نہیں تھا اور نہ ہی اس درخت پر کوئی پھول لگتا تھا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی پھل لگتا تھا۔

پرندوں کی حاضری:

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں انسانوں کے علاوہ پرندے بھی حاضری کا شرف حاصل کیا کرتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے ساتھ ہی ایک ٹوٹی ہوئی دیوار تھی جس پر صبح و شام پرندے دور

دراز سے آکر بیٹھتے تھے اور اپنی اپنی بولیاں بولنا شروع کر دیتے تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ان پرندوں کے دانہ پانی کا انتظام اپنے ہاتھوں میں رکھا ہوا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر روز صبح و شام ان پرندوں کو دانہ ڈالتے تھے اس دوران بہت سے پرندے دیوار سے اڑ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جب آپ رحمۃ اللہ علیہ زمین پر دانہ ڈال دیتے تو وہ تمام پرندے دانہ کھانے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ساری زندگی پرندوں کی مہمان نوازی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول رہی۔

رمضان المبارک اور قاضی شہر:

ایک مرتبہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ روٹی پکا رہے تھے کہ اسی اثناء میں شہر کا قاضی ادھر سے گزرا۔ اس نے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو روٹی پکاتے ہوئے دیکھا تو کہا حضور! یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ روٹی پکا رہے ہیں؟ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی کی بات سنی تو اسی وقت روٹی کو آگ میں دبا دیا اور خود اپنا چہرہ چادر سے ڈھانپ لیا اور مراقبے میں بیٹھ گئے۔

جب رمضان المبارک کا سارا مہینہ گزر گیا اور عید الفطر کا دن آ گیا تو قاضی ایک مرتبہ پھر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرا۔ اس نے اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عبادت میں مشغول دیکھا تو کہنے لگا حضور! رمضان المبارک کا مہینہ تو ختم ہو گیا۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا:

”پھر تو اب ہماری روٹی بھی پک چکی ہوگی۔“

یہ فرما کر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے آگ میں سے روٹی نکالی تو وہ اسی حالت میں تھی۔



کلام حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ شعر و سخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے اور اپنے دور کے شعراء میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے۔ عشق کا موضوع آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا نمایاں پہلو ہے۔ اس موضوع پر ہر صوفی نے اپنے انداز سے سخن آرائی کی ہے لیکن حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ہی قلندری رنگ ہے جو ان کی شاعری میں جا بجا نظر آتا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سے عجیب سرور و مستی جھلکتی ہے اور بندے کو عشق حقیقی کے اسرار و رموز سے آگاہ کرتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عشق حقیقی کی درمیانی کڑی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے جو کہ مالک حقیقی کے محبوب خاص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات عام صوفیانہ اصطلاحات سے مختلف اور منفرد ہیں۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان چونکہ فارسی تھی اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی شاعری کے لئے اس زبان کو ہی اپنا ذریعہ بنایا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا اگر گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بامقصد یا پیغام لب و لہجہ کے لحاظ سے منفرد اسلوب بیان دلکش عقائد اور مسائل قلندری کا نہ صرف مجموعہ نظر آتا ہے بلکہ عشق کی گہرائیاں اور پنہائیاں لئے ہوئے نظر آتا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی سب سے حد کمال تک پہنچی ہوئی

بات آپ ﷺ کی مستی کا اس میں کارفرما ہونا نظر آنا ہے۔ اس میں جوش و جذبہ کی فراوانی اس قدر زیادہ ہے کہ اس سے آپ ﷺ کے خیالات عام صوفیانہ اصطلاحوں سے مختلف اور منفرد نظر آتے ہیں۔

خلاق گر کند بر من ملامت زیں سبب ہر دم
مگر نازم بر این ذوقیکہ پیش یاری رقصم
منم عثمان مروندی کہ یار خواجہ منصورم
ملامت می کند خلق و من برداری رقصم

☆☆☆

براہ عاشقی غم یار باید
رخش زر دو تنش بیمار باید
نباید فکر و دیگر بیچ گاہے!
بدر دو محنتش دشوار باید!
بخواری زلمحت انس گرو
بہ آہ و نالہ ہر دم زار باید
زلذات جہاں آرزو گردو
ہمیشہ دیدہ اش خونبار باید
تنش بیمار باید از غم عشق
دلش از تیر عشق افکار باید
بیا عثمان اگر وصلش بخواہی
ترا اول قدم بردار باید

☆☆☆

اے شاہ شاہ شاہ بقا با گدا نما
 اے ماہ ماہ ماہ وفا با گدا نما
 از محنت فراق چگوئیم درد دل
 از شربت وصال عطا با گدا نما!
 در دم زحد گذشت و ندانم چہا کنم
 از مرہم وصال شفا با گدا نما!
 ہستم گدائے کوئے تو خواہم لقائے تو
 شاہا جمال خود زسنا با گدا نما
 ہم حاضری و ناظری در جملہ کائنات
 انوار ذات عز و علا با گدا نما
 عثمان مدام از تو ترا خواہد از کرم
 با خود بکش ز لطف ، لقا با گدا نما



نمی بینی نمیدانی چه می درزی چہاداری
 چه نادانی نمی دانی چه می درزی چہاداری
 تو مرغ لامکان بودی فردماندی دریں فانی
 کہ نادان تر نادانی چه می درازی چہاداری
 چو ابر خود ستم آری گہر گیری خرف چینی
 مگر کوری نمی دانی چه می درزی چہاداری
 بیکدم میتونی ہر دو عالم را خریدن تو
 دلے قیمت نمی دانی چه می درزی چہاداری

چہ مغروری دریں فانی کہ فانی خود نمی ماند
 دریغا در چہ سامانی چہ می درزی چہاداری
 برین بازی چہ می نازی کہ بازی نیست خود قائم
 بیا بگذر ازیں فانی چہ می درزی چہاداری
 اگر ترک جہاں گیری شوی سلطان عالم را
 سر افلاک گزارنی چہ می درزی چہاداری
 بیا عثمان چہ درماندی فنا شو پیش از مردن
 نہ میری چون ز خودمانی چہ می درزی چہاداری



رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوارست
 نہ کشتی اندران دریا نہ نلاے عجب کارست
 شریعت کشتی وارد طریقت بادباں او
 حقیقت لنگرے دارد کہ راه فقر دشوارست
 چو آتش جملہ خون دیدم تبرسیدم از اں دریا
 بدل گفتم چرا ترسی گذر باید کہ ناچارست
 نداز حق چنین آید مگر از جاں می ترسی
 ہزاران جاں مشتاقاں دریں دریا نگونسا راست
 بگفتم من ہی آیم مگر بستم جو غواصاں
 چہ ترسم از نگہبائے کہ گل پیوستہ با خارست
 آیا عثمان مروندی سخن با پردہ داران گو
 نیابی در جہاں یاربی جہانے پرز اغیارست



کند عشق در گردن مرا مسرور خوش آید
 خم و خممار و خمرم ہم از اں مخمور خوش آید
 تجلی جلالم کرد موسیٰ را بہ بے ہوشی
 بہ بین کار جلالم را کہ چون بر طور خوش آید
 بیالے مردورازے بین ازیں جا تو چرا لری
 شہنشاہم بزم من ہمہ مذکور خوش آید
 قلندر من و شہبازم مرا آشیانہ گوناں گوں
 بہر جا میردم آنگاہ با من نور خوش آید



گر خدارا دوست داری خامشی باید گزید
 باہزاراں شور و زاری خامشی باید گزید
 چون زباں بندی دلت ہم خند و از فرخندگی
 ہچو گلہائے بہاری خامشی باید گزید
 خامشی مس وجودت را کند زر بے خلاف
 در دو عالم سر بر آری خامشی باید گزید
 دار دائم در حضور دوست خود رادم بدم
 جملگی با حق سپاری خامشی باید گزید
 در زمین دل ہمیں تخم محبت را بکار!
 ز آب دیدہ کشت کاری خامشی باید گزید
 گفتگو باد خزاں است و بہاری قلب را

نیست روئے رستگاری خامشی باید گزید
 دمبدم چوں باغبان شو پاسبان باغ دل
 یک زماں غفلت نیاری خامشی باید گزید
 در طلبگاری و صالحش بندہ عثماناں بہیں
 میکند شب روز زاری خامشی باید گزید

☆☆☆

چہ بندی دل دریں نابود آخر
 کہ نتوانی در و آسود آخر!
 بجز درد تو من کارے ندارم
 دھد لیکن ستاند زود آخر
 نہ بند و دل دنیا مرد عاشق
 ہر آنکو بست شد مردود آخر
 کہ دنیا جائے حظ کافراں است
 ز جائے دوستان معبود آخر
 اگر دنیا تمامی گنج دارد
 بود آں گنج زہر آلود آخر
 اگر مرد خدائی دل چہ بندی؟
 بیاشی زیں بدر خوشنود آخر
 فدا کن جان و تن در راہ جاناں
 اگر خواہی رہائی زود آخر
 نباشی زین جہاں بے غم زمانے

نگہ کن جملہ رابر بود آخر
 بیا عثمان بدر کن دل ز عالم
 اگر خواہی ز حق بہبود آخر

☆☆☆

خورشید دو عالم، تابان شد است مارا
 از عرش تا سراپا، غلطان شد است مارا
 ”روح الامیں“ بسوز و یک مو، اگر بجند
 ہر صبح و شام ز آن چاطیراں شد است مارا
 آن راں کہ قدسیاں را دشوار سخت آید
 از فضل حق تعالی، آساں شد است مارا
 چیزے کہ انبیاء راہ، مکاں ز بود گاہر
 آن چیز خوبا آساں، امکاں شد است مارا
 افلاک یا کواکب، مکاں ملاء اعلیٰ
 ہر یک ز چاکری ماشاداں شد است مارا
 احمد بعرش اعلیٰ، موسیٰ بکوبہ نالہ
 از لطف در کنائش، طیران شد است مارا
 امروز شاہ شاہان مہماں شد است مارا
 جبرئیل با ملائک دربان شد است مارا
 براق لا ویالی، زیر رکاب من است
 صحرا لایزالی، میداں شد است مارا
 دربار گاہ وحدت، کثرت چہ کار آید

یژدہ ہزار عالم یکساں شد است مارا
 ذات کہ بچگونہ صورت نہ بود ہرگز
 آن ذات خود بصورت عیاں شد است مارا
 خان نجستہ میمون، اختر بلند طالع
 بے برگ بے نوائے آساں شد است مارا
 بیند روئے مارا دوزخ حرام گردو
 کان دہن بستہ غنچہ خنداں شد است مارا
 اوصاف ذات خود را ایز دیداد مارا
 بر کشف این عجائب پایاں شد است مارا
 بت خانہ جہاں را بسیار سیر کر دم
 با ذوق این معالی عرفاں شد است مارا
 دریا کے بے نہایت پایاں کجا است اورا
 بنگر بغیر کشتی پایاں شد است مارا
 با خلق احتیاجی عثمان نہ ماند اینجا
 زیراں کہ در اطاعت یزداں شد است مارا

☆☆☆

جام مہر علی ز در دستم
 بعد از جام خرد ام مستم
 کمر اندر قلندری بستم
 از دل پاک حیدری ہستم
 حیدری ام قلندرم مستم

بندہ مرضی علی ہستم
 از مے عشق شاہ سر مستم
 بندہ مرضی علی ہستم
 من بغیر از علی ندا نستم
 علی اللہ از ازل گفتم
 اسد اللہ است ید اللہ است
 ولی اللہ است مظہر اللہ است
 حجت اللہ قدرت اللہ است
 بے نظیر ذات اللہ است
 شاہ اقلیم ہل اتی خوانم
 مالک تخت ، قل کفی خوانم
 صاحب سیف لافتی خوانم
 والئی تاج انما خوانم
 آنچہ در وصف مرضی گفتم
 باز قول مصطفیٰ ، گفتم
 حرف حق است بر شما گفتم
 سر اسرار بر ملا گفتم

☆☆☆

آن شاہ ہر دو عالم عربی محمد است
 مقصود بود آدم عربی محمد است
 ماراز جرم حال پریشاں ولے چہ غم

چوں پیشوائے عالم عربی محمد است
 مارا چه غم بود کہ چنین سایہ سر براست
 غم خوار حال زارم، عربی محمد است
 بختم مدد نمود کہ از امتش شدم
 مطلوب و جان جانم، عربی محمد است
 ختم رسل، چراغ رہ دین نور حق!
 آن رحمت دو عالم، عربی محمد است
 آن سرور خلاق و آن رہنمائے دین
 آن صدر و بدر عالم، عربی محمد است
 آن کعبہ معارف و آن قبلہ یقین!
 آن شاه دین پناہم عربی محمد است
 کن پیروی راہ دے اربادیت نجات
 شاہنشاہ معظم، عربی محمد است
 عثمان چو شد غلام نبی و چہار یار
 امیدش از مکارم، عربی محمد است



آن شاہ ہر دو عالم عربی محمد است

آن شاہ ہر دو عالم عربی محمد است
مقصود بود آدم عربی محمد است

صد شکر آں خدائے کہ پشت و پناہ خلق
شاہنشاہے مکرم ، عربی محمد است

ماراز جرم حال پریشاں ولے چہ غم
چوں پیشوائے عالم عربی محمد است

مارا چہ غم بود کہ چنین سایہ سر براست
غم خوار حال زارم ، عربی محمد است

بختم مدد نمود کہ از امتش شدم
مطلوب و جان جانم ، عربی محمد است

ختم رسل ، چراغ رہ دین نور حق!
آن رحمت دو عالم ، عربی محمد است

آں سرور خلاق و آں رہنمائے دین
آں صدر و بدر عالم، عربی محمد است

آں کعبہ معارف و آں قبلہ یقین!
آں شاہ دین پناہم عربی محمد است

کن پیروی راہ دے اربادیت نجات
شاہنشاہے معظم، عربی محمد است

عثمان چو شد غلام نبی و چہار یار
امیدش از مکارم، عربی محمد است



حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

اس کی نفرت بھی عمیق، اس کی محبت بھی عمیق
 قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پر شفیق
 پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں
 ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے دریائے فیض سے بہت سے لوگ مستفیض ہوئے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص طالب عبداللہ شاد ابدال، سکندر بودلو بہار، سید میر کلاں، سید علی سرمست اور عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو اپنے طالبوں کو ہدایت دے کر مراقبہ میں بیٹھ گئے اور اسی حالت میں وصال فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دے کر وہیں پر مدفون کر دیا گیا جہاں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے تکیہ بنایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے غسل کی جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے مغرب میں ہے۔ لب تاریخ سندھ کے صاحب نے ”برحمت“ سے تاریخ وصال نکالی ہے اور سن وصال ۶۵۱ھ بمطابق ۱۲۵۱ء اور تاریخ وصال ۲۱ شعبان المعظم بیان کی ہے۔ دوسرے بہت سے لکھنے والوں نے بھی یہی سن وصال دیا ہے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل شعر مثال کے طور پر دیا جاتا ہے:

بجو تاریخ شمس الدین عثمان
 بذرکن ”رنج“ از فلک کرامت

سن عمر ش علی اللہ وفاش!

سروشِ غیب میگوید! ”برحمت“

یعنی ۵۳۸ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ ۱۱۲ سال آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تھی اور ۶۵۰ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

”مقالات الشعراء“ میں میر علی شیر قانع نے سن وصال ۶۷۳ھ بمطابق ۱۲۷۴ء بیان کیا ہے۔

میر علی شیر قانع نے اپنی دوسری کتاب ”تحفۃ الکرام“ میں بھی یہی تاریخ بیان کی ہے۔

شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ مرحوم نے اپنی کتاب ”قدیم سندھ“ میں بھی یہی سن وصال بیان کیا ہے۔

کچھ کتب سیر میں ۷۲۲ھ بھی آیا ہے۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن وصال ۶۵۰ھ قبول کیا جائے گا تو پھر سلطان محمد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات قبول نہیں کی جاسکتی کیونکہ پہلے آچکا ہے کہ سلطان محمد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ۶۶۳ھ یا ۶۶۶ھ میں ہوئی تھی۔ سلطان محمد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا ذکر مستند تاریخوں میں آیا ہے۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن وصال ۶۷۳ھ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مذکورہ شعر میں سن وصال ۶۵۰ھ کے ساتھ ولادت کا سن ۵۳۸ ہجری آیا ہے اور وہ بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

ماہ شعبان میں ۱۸ سے ۲۰ تاریخ تک ہر سال حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہوتا ہے جس میں دور دور سے لوگ آ کر شریک ہوتے ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ عرس میں صرف سندھ ہی نہیں بلکہ مکران، پنجاب، بلوچستان، سرحد اور ایران کے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا جب وقت وصال قریب آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ

نے خادموں سے فرمایا مجھے اٹھا کر بٹھا دو۔ خادموں نے حکم کی تعمیل کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ بغیر کسی سہارے کے بیٹھ گئے اور زبان مبارک سے فرمایا:

”میرا کوئی ساتھی نہیں ہے، میرا سب سے بڑا سہارا اللہ عزوجل کی

ذات مبارک ہے۔ میرے رفیق محبوب اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ میرے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند

ہیں اور ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے فلاح پاؤ گے خاص

طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار اصحاب جو کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

ہیں اور ان میں سے خاص وہ دو جو شیخین کے لقب سے مشہور ہیں

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔“

ان کلمات کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے آسمان کی جانب نگاہ

اٹھائی اور دونوں ہاتھ بند کر دیئے اور فرمایا:

”اے اللہ! اپنے دین کا بول بالا فرما اور اپنے دین کے راستہ پر

چلنے والوں کو اپنا دوست بنا۔ اے اللہ! جو تیرے بندے تیرے

سچے اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کریں اور تیرے مقبول

بندوں میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نقش قدم کو سامنے رکھیں

اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کریں۔“

ان کلمات کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ پڑھا اور اپنی جان

خالق حقیقی کے سپرد کر دی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ قلندرانہ زندگی رکھتے تھے مگر دین کی تبلیغ و

اشاعت کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب

تبلیغ کی نیت سے اپنی خانقاہ سے باہر نکلتے تو دیر تک اللہ عزوجل سے مناجات کرتے اور اس کے بعد تبلیغ شروع کرتے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنا زیادہ وقت عبادت اور مجاہدے میں گزارتے اور مقررہ کردہ اوقات میں خانقاہ سے باہر تشریف لا کر دین و تصوف کی تعلیم دیتے۔ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتے اور معمولی غذا استعمال کرتے۔ ہر شخص سے اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے کوئی سائل مایوس نہ جاتا تھا۔ لوگ اپنی مشکلات کے حل کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعا کے لئے حاضر ہوتے۔ بہت سے یتیم بچے اور بیوہ عورتیں ایسی تھیں کہ خانقاہ سے ان کا روزینہ لگا ہوا تھا اور وہ آکر لے جاتے تھے۔

خانقاہ کے ساتھ ایک مسجد بھی تھی جہاں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو پانچ وقت نماز پڑھاتے تھے۔ ہر نماز کے بعد حاجت مندوں کا ایک ہجوم لگ جاتا اور وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور اپنے دینی و دنیاوی مسائل بیان کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے مسائل کا شافی حل فرماتے۔



مزارِ پاک کی عمارتیں

مزارِ پاک کی تعمیر سے متعلق مزار پر لگے ایک کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۷ رجب ۷۵۷ھ کو ملک اختیار الدین نے جو فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں سیہون کا حاکم تھا اس نے مزارِ پاک تعمیر کرایا جو چھ گنبدوں پر مشتمل تھا اور اس پر حسب ذیل کا کتبہ لگایا گیا ہے۔

بعہد دولت فیروز شہ سلطان ، دین پرور
 کہ خاک در گہش سازند شاہان جہاں افسر
 از ان گاہی کہ بر تخت شہنشاہی نشست این شہ
 سراسر گشت از گیتی شعاع دولتش انور
 عمارت شد مقام شیخ عثمان ، پیر مروندی
 ولی اللہ کہ او باز سفید بحر بودو بر
 اگرچہ اولیا ، اندر زمان شیخ بس بودند
 ولیکن در کرامت بود اداز ہمکناں برتر
 چہ زیبا بار گاہی شد بہ ہفت طاق شش گنبد
 کہ رنگ نہ فلک گشتہ زرشک بام اداخضر
 بروز ہفتم از ماہ رجب منہی شد این روضہ
 بسال ہفت صد پنجاہ ہفت از ہجرت مہتر

بنائش کرد والی اختیار الدین ملک ارشد
 امیر عادل و باذل تہمتن ثانی اسکندر!
 کہ تابودہ است سیوستان بنودہ است ایس چنین والی
 تقی و مشفق و مکرم سخی و پاک دین پرور!
 امید آں ہست می باید جزائی ایس چنین خیری
 ہزاراں قصر در جنت بفضل ایزد اکبر!

”فیروز شاہ جو دین پرور حکمران تھا کے دور حکومت میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ پاک تعمیر کیا گیا جب وہ شاہ تخت شہنشاہی پر بیٹھا تو اس کی حکومت کی کرنیں پوری دنیا میں پھیل گئیں۔ عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک کی عمارت جو ولی اللہ تھے سفید و خوبصورت پتھروں سے تعمیر کی گئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک کو ریشم سے لپیٹا گیا اور خوبصورت گنبد اور بہشتی دروازے قائم کئے گئے جن کہ اوپر تک اس کا رنگ سبز تھا۔ اگرچہ ان کے زمانے میں بہت سے اولیاء تھے لیکن ان کی کرامت سب سے زیادہ تھی۔ ماہِ رجب کی ساتویں تاریخ کو یہ مزارِ مبارک تیار ہوا اور سال سات سو ستاون ہجری (۱۷۷۵ھ) کا تھا۔ اس مقبرے کو حکمران اختیار الدین نے تعمیر کرایا بلاشبہ وہ عادل اور ثانی سکندر حکمران تھا۔ جب تک سیوستان کا حکمران تھا اس کی دین پروری، سخاوت، شفقت، زہد و تقویٰ مشہور تھا اللہ عزوجل انہیں اس کار خیر کی ضرور جزا دے گا۔“

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ پاک سب سے پہلے فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں تعمیر ہوا۔

اسی طرح ”سیوستان“ کے والی نے فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں ۷ صفر ۷۵۸ھ میں ولی اللہ علاء الحق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر ایک گنبد بنایا جس پر ذیل کا کتبہ نصب ہے:

شد بنا این گنبد عالی بعهد شہریار
 شاہ فیروز آنکہ بگرفتہ ست گبراں زد فرار
 می سزد ہر بندہ درگاہ شاہ دہرا
 کو کند در ہر فرازی بر سلاطین افتخار
 بر سر قبر ولی اللہ علاؤ الحق علی
 بود از بغداد اندر صف پا کاں شہوار
 بس بزرگ و با کرامت ہست این پیر عزیز
 ہر زماں باد بقبرش رحمنا یزد نثار
 ہفتم از ماہ صفر منہی شد این مرقد سبال
 ہفتد پنجاہ ہفت از ہجرت احمد شمار
 کر بنائش ملک سیرت ملک ارشد کہ او
 ہست اندر عدل و بزل خلق و احسان ناموار
 چونکہ ذات او درین شہر سیوستان آمدہ
 تازہ از سرگشت آن بقعہ سبان نو بہار

”شہریار کے زمانہ حکومت میں مزار مبارک تعمیر کیا گیا یہ سب کچھ شاہ فیروز کے حکم کے تحت ہوا اس نے یہ روضہ تعمیر کرا کر سلاطین میں سر بلندی حاصل کی بلاشبہ ولی اللہ کی قبر کی تعمیر بغداد کے صالح حکمران کے ہاتھوں ہوئی۔ یہ قبر مبارک ۷۸۵ھ کو تیار ہوئی۔ دعا ہے اللہ عزوجل اس عظیم شخص کی مبارک قبر کا نگہبان رہے۔ بادشاہ

نے اپنے عہد حکومت میں یہ قبر بنوا کر نہایت عمدہ کام کیا۔“
اس کے بعد ترخان خان خاندان کے حاکم مرزا جانی بیگ نے اپنے دور حکومت میں کمال عقیدت سے مزار پاک کی عمارت کو از سر نو تعمیر کروانا شروع کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتبہ میں جو علاؤ الحق علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آیا ہے وہ سید علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں جو بغداد میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ مقرر ہوئے تھے۔

صاحب ”قلندر نامہ“ کا بھی یہی خیال ہے وہ لکھتے ہیں:

”جب حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پاک مکمل ہو گیا تو سات

ماہ بعد تاریخ ۷ صفر ۷۵۸ھ کو سید علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت لعل شہباز

قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے خادم اور وزیر کے مزار پر بھی ایک مختصر گنبد بنوایا۔“

یہ کتبہ سید علی وزیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک کے شمال کی طرف موجود ہے لیکن مکمل

پڑھنے میں نہیں آتا۔ ان دونوں کتبوں کے درمیان ایک دوسرا کتبہ نستعلیق خط میں بھی

موجود ہے جو کہ شاہ جہان کے مشہور امیر سید بھورہ عرف دیندار خان نے لگوایا۔ اس کتبہ

کا متن ذیل ہے:

”چوں در عہد سلطان فیروز مرحوم روضہ قدیم حضرت مخدوم بنا شدہ

بوہ داین دو سنگ تاریخ نوشتہ در اں نصب کردہ بودند آخر چوں گنبد

کلاں در عہد میرزاں جانی بیگ ترخان بنا یافتہ این سنگ ہائے

برہم افتادہ بودندی فی الحال این فقیر سید بھورہ عرف دیندار خان در

عہد دولت حضرت صاحب قرآن ثانی صحن روضہ را ترتیب دادہ و

دو سبھ تیار ساخت این دو سنگ را ہم در دیدار خانقاہ نیہا دتا یادگار

سلاطین گذشتہ می باشد۔“

”جب سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں روضہ مکمل ہوا تو اس کی

تاریخ سنگی پتھر پر لکھوائی گئی تھی اس کے بعد مرزا جانی بیگ کے زمانہ میں جب بڑا گنبد بنوایا گیا تو یہ فیروز خانی کتبہ والا پتھر گر گیا جب اس فقیر سید بھورے شاہ عرف دیندار خان نے شاہ جہان بادشاہ کے زمانہ میں روضہ کا صحن تعمیر کروایا تو ان پتھروں کو خانقاہ کی دیوار میں لگوادیا تا کہ پچھلے بادشاہوں کی یادگاریں قائم رہیں۔“

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ پاک سب سے پہلے فیروز تعلق کے زمانہ میں تعمیر ہوا۔ اس کے بعد اکبر کے زمانہ میں مرزا جانی بیگ نے بنوایا۔ جانی بیگ کی وفات کے بعد غازی بیگ نے مزارِ پاک کی مرمت کروائی۔ شاہ جہان کے زمانہ میں سید بھورہ عرف دیندار خان نے مزارِ پاک کی عمارت کو مکمل کروایا اور خانقاہ کے صحن کو کاشی کی اینٹوں سے مزین کیا۔ بعد میں میاں غلام شاہ کلہوڑا حاکم سندھ نے ۱۱۷۳ھ میں مزارِ پاک میں پتھر کا فرش لگوایا اور بلند دروازہ تعمیر کروایا اور ایک علم بھی بھیجا۔ ۱۳۱۹ھ میں لونگ فقیر کے خلیفہ لعل محمد نے مقبرہ علی وزیر کے مشرف میں ایک مسجد تعمیر کروائی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک کا کٹہرا لاڑکانہ کے زمیندار محبوب خان نے بنوایا۔ مزارِ پاک کے دروازے پر ۱۳۱۲ھ میں اوستہ نور محمد صقیل گرنے چاندی چڑھائی۔

سیہون شریف کے جنوب میں ریلوے لائن کی دوسری طرف ”لعل باغ“ ہے جس میں کھجور، لیموں اور بیروغیرہ کے درخت ہیں۔ یہ باغ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ اس جگہ پر حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کشی کی تھی۔



عرس کی رسومات

خرید سکتے ہیں دنیا میں عشرت پرویز
خدا کی دین ہے سرمایہ غم فرہاد
کئے ہیں فاش رموز قلندری میں نے
کہ فکر مدرسہ و خانقاہ ہو آزاد

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں تین وقت نوبت لگتی ہے۔ ایک شام کے وقت دوسری رات کے وقت جبکہ دروازہ بند کیا جاتا ہے اور تیسری تہجد کے وقت جب درگاہ کا دروازہ دوبارہ کھول دیا جاتا ہے۔ اس نوبت کے اوقات کا مقرر کرنے کے لئے قدیم زمانہ کا گھڑیال رکھا ہوا ہے۔ اس کے قریب ایک دیگچہ میں پانی بھرا ہوا ہوتا ہے جس میں ایک سوراخ دار پیالی پڑی ہوتی ہے جس میں باریک سوراخ سے پانی رس رس کر اندر آتا رہتا ہے۔ جب یہ پیالی ڈوب جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک گھڑی گذر گئی اس طرح اوقات معلوم ہوتے رہتے ہیں اور جب ایک گھڑی گذر جاتی ہے تو نوبت پر چوٹ لگائی جاتی ہے جس سے ایک گھڑی گذرنے کا اعلان ہوتا ہے۔ تین وقتی نوبت کو دھمال کہا جاتا ہے۔

در اصل دھمال ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ”شور و غل“ ”تھپ“

اور ”چوٹ“ اور ”دھماچوٹ“ وغیرہ کے ہیں۔ اصطلاحاً یہ ایک قسم کا راگ ہے جو فقیر عموماً

الاپتے ہیں۔ سندھی لغت مطبوعہ ۱۸۷۳ء کے مطابق:

”دھمال ایک سرکانام ہے جو ہولی کے زمانہ میں الاپہ جاتا ہے اور

”دھماڑ“ ایک تارکانام بھی ہے۔“

راگ ساگر ص ۲۴۰ میں لکھا ہے:

”دھمال میں ۱۴ ماترائیں ہوتی ہیں دھمال میں نقارہ خاص وجد پیدا

کرتا ہے جس کو بھیر کہا جاتا ہے۔ فقیر جب نقارہ بجانے لگتے ہیں

تو فقراء وجد میں آتے ہیں اور حلقہ باندھ لیتے ہیں اور مست قلندر

مست قلندر کانعرہ مستانہ بلند کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آہستہ

آہستہ ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے کرتے ہیں اس طریقے

سے مست قلندر کانعرہ لگا کر ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے

کرتے رہتے ہیں۔“

صاحب ”سرہان“ کی رائے ہے:

”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معتقدوں کے لئے عملی

طور پر ذکر و فکر کا موقعہ مہیا کیا ہے کیونکہ جب ان پر نیند کا غلبہ

ہونے کا امکان ہوگا تو دھمال ان کو نیند آنے نہیں دے گی اور انہیں

دوبارہ فکر و ذکر کا از سر نو موقع مل جائے گا۔“

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں میں جو سماع کا طریقہ رائج

کیا تھا وہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کی دھمال سے کافی مشابہت رکھتا ہے۔

مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حیات رومی“ میں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سماع کا

ذکر یوں کیا ہے:

”ذکر و شغل کا یہ طریقہ ہے کہ حلقہ بنا لیتے ہیں ایک شخص اٹھ کھڑا

ہوتا ہے اور ایک ہاتھ سینے پر اور ایک ہاتھ نیچے رکھ کر رقص کرنا

شروع کر دیتا ہے رقص میں آگے پیچھے نہیں بڑھتے بلکہ متصل چکر

لگاتے رہتے ہیں اور سماع کے وقت دف یا نے بھی بجاتے ہیں۔“

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل سماع دھمال سے کافی مشابہت رکھتی ہے صرف زمان و مکاں کا فرق ہے۔ اس بات سے یہ امر بھی ثبوت کو پہنچتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ محفل سماع کے قائل تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ”قلندری“ مشرب کے ہیں۔ قلندری طریقت والے سماع اور رقص و سرور کو جائز قرار دیتے ہیں جس سے قلب میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور نرمی سے محبوب کی توجہ حاصل ہوتی ہے اور اس طرح سرور و سماع محبوب حقیقی کے وصال کا وصلہ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مخصوص سماع کو عبادت جیسا درجہ عطا کر رکھا تھا۔

قلندر نامہ کے مصنف ”ردالمحتار“ جیسی شرعی کتاب میں ان کے وقت کی نوبت کا جواز نکال لیتے ہیں اور لکھتے ہیں:

”چوکس اور بیدار رکھنے کے لئے نوبت بجانی جائز ہے سہ پہر سے شام تک جو نوبت لگتی ہے وہ فزع کے لئے ہے رات کی نوبت موت اور تہجد والی نوبت قیامت کے اشارے کے لئے لگائی جاتی ہے۔“

دھمال یوں تو روزانہ شام سے شروع ہو جاتی ہے پھر اپنے تینوں اوقات پر نج کر صبح کی اذان سے قبل ختم ہو جاتی ہے۔ ان روزانہ کی دھمال کے لئے چھوٹے نقارے رکھے ہوئے ہیں لیکن بڑی تقریبات اور بالخصوص میلہ کے موقع پر ایک بہت بڑے نقارے استعمال کئے جاتے ہیں جن کو نقارچی درگاہ کے بڑے دروازے کے اندر کرسی بچھا کر بیٹھ جاتا ہے اس طرح روزانہ دھمال کا نقارہ درگاہ کے اندرونی حصہ میں بجتا ہے۔

عرس کے دوران باہر علم کے نیچے نقارے پر چوٹ لگائی جاتی ہے اور مست قلندر کے مستانہ نعروں سے فضا گونج اٹھتی ہے۔

دور دراز علاقوں سے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے متوالے ہاتھوں میں جھنڈے اور پیروں میں گھنگھرو اور ہاتھوں میں کڑے ڈالے سیہون کی زمین کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ۱۸ سے ۲۰ شعبان المعظم تین روز تک مسلسل جاری رہتا ہے۔ عام دنوں میں سب فقراء مشترکہ طور پر دھمال کرتے رہتے ہیں لیکن عرس کے موقع پر مختلف حلقوں اور گروہوں کے فقراء جدا جدا دھمال سے اظہار عقیدت پیش کرتے ہیں۔

سب سے پہلے ”ابدال“ کی کافی والے فقراء اپنے مقررہ وقت پر دھمال کرتے ہیں پہلے یہ دھمال باہر شروع ہوتا ہے اور کچھ دیر کے بعد اندر زیارت کے لئے چلے جاتے ہیں جب مقررہ وقت ختم ہو جاتا ہے تو یہ واپس چلے آتے ہیں۔ اس کے بعد کچھری کی کافی والے فقیر آتے ہیں پھر سخی سلطان کے فقراء اور اس کے بعد اولادی امیر ابراہیم شاہ بود بہار، جمن جتی، دودہ حقانی، حاکم علی شاہ، مزاری شاہ کے فقیر باری باری آتے ہیں اس کے بعد بادل شاہ کی کافی کے فقراء آتے ہیں اس طرح دھمال اور زیارت کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۰ تاریخ آ جاتی ہے۔ عرس کا سلسلہ منتشر ہونا شروع ہو جاتا ہے اور دور دراز کے پردیسی اپنے اپنے گھروں کو سدھار جاتے ہیں۔

دھمال کا سلسلہ تین دن تک جاری رہتا ہے اس کے ساتھ ہر شام لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی مہندی نکالنے کی رسم ہوتی ہے۔ پہلے روز ۱۸ شعبان کو سید گل محمد شاہ کی طرف سے مہندی نکالی جاتی ہے۔ مہندی کے تھال ریشمی کپڑوں سے ڈھکی ہوتی ہے۔ بہت سے صوفی فقراء ساتھ ہوتے ہیں اور وجدانی حالت میں گاتے ناچتے اور رقص

کرتے ہوئے درگاہ کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں۔ یہ مہندی مغرب سے پہلے درگاہ پہنچ جاتی ہے۔

۱۹ شعبان کو فقیر مولچند کی جانب سے اسی شان و شوکت اور جوش و خروش سے مہندی نکالی جاتی ہے۔ اسی طرح تیسرے روز یعنی ۲۰ شعبان کو ”قانون گو“ خاندان کی جانب سے مہندی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ مہندی درحقیقت چادر چڑھانے کی رسم ہوتی ہے لیکن احترام کی وجہ سے اصطلاحاً اس کو مہندی کہا جاتا ہے۔ مہندی اور دھمال میں بھی ہر علاقہ اور ہر ملک کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔



اقوال وارشادات

- ☆ حضور نبی کریم سرورِ خلائق ہیں اور رہنمائے دین ہیں اور وہی پوری دنیا کے لئے روشنی ہیں۔ وہی تمام علوم کے مرجع اور یقین کے قبلہ ہیں اور وہی دیں پناہ ہیں۔ ان کے راستے پر چلنا ہی نجات کا باعث ہوگا۔
- ☆ جب تک انسان دنیا میں مشغول رہتا ہے وہ خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا۔
- ☆ اسرار الہی کو ہمیشہ پوشیدہ رکھے۔
- ☆ مرید کو اپنے پیر کی موجودگی اور عدم موجودگی دونوں میں یکساں خدمت کرنی چاہئے۔
- ☆ بزرگوں کی مجلس میں جہاں جگہ پاؤ وہیں بیٹھ جاؤ۔
- ☆ اللہ عزوجل سے دوستی اور قربت حاصل کرنی چاہئے۔
- ☆ قلندر وہ ہے جو دنیا سے آزاد ہو کر صرف معبود میں محو ہو جائے۔
- ☆ قلب کی سختی دور کرنے کے لئے سماعِ ضروری ہے۔
- ☆ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔
- ☆ تارک الدنیا تہجد گزار اور نفسیاتی لذتوں سے پاک فرد کو قلندر کہتے ہیں۔
- ☆ قلندر کو جو روحانی فتوحات حاصل ہوتی ہیں وہ کسی بادشاہ کی فوجیں بھی حاصل نہیں کر سکتیں۔



حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یافتہ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند پورے برصغیر میں موجود ہیں۔ سندھ کے علاوہ پنجاب، بلوچستان، سرحد اور کشمیر جیسے علاقے ہی نہیں بلکہ ان میں بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا سمیت ساری دنیا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے موجود ہیں تاہم جن بڑی شخصیات نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا ان کا ذکر ڈاکٹر عبدالجمید سندھی نے یوں کیا ہے۔

حضرت سکندر بودلو رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سکندر بودلو رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ ان کا روضہ قلعہ کے قریب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر روزانہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے جداگانہ دھمال منعقد ہوتی ہے۔ ہر جمعہ کی رات رات گزرے بودلو بادشاہ کے فقیر رنگین پوشاک پہنے اور پیروں میں گھنگھرو ڈالے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی جانب سے ان کی دھمال میں شرکت کرنے رواں دواں ہوتے ہیں۔

حضرت سید علی سرمست رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سید علی سرمست رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ حاجی موسیٰ رقمطراز ہیں:

”یہ بزرگ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے دوست حضرت سید

جلال الدین سرخ پوش رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ان پر کافی مہربان تھے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وزیر مشہور تھے۔“

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے پردہ کر جانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے ان کے ہی ہاتھوں پر بیعت کی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے پہلے خدمت گار بھی یہی بزرگ بنے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرقد درگاہ قلندر کے اندر روضہ کے باہر چھوٹے گنبد کے نیچے ہے۔

حضرت سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ:

انہوں نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اپنا جداگانہ تکیہ (کافی) بنا لیا اس ”کافی“ کو کچھری والی کافی کہا جاتا ہے۔

حضرت سید عبداللہ شاہ علوی رحمۃ اللہ علیہ:

یہ بزرگ بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے اور ”ابدالن والی کافی“ انہیں کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے بھی اپنی جداگانہ گدی بنائی اور یہ درگاہ ”سید عدل دریا شاہ“ کہلاتی ہے۔

حضرت سید میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کر بلا معالیٰ میں ہوئی تھی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے کہنے پر سیہون آئے۔ صاحب ”الشہباز“ نے تحریر کیا ہے: ”حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے جن کا شجرہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔“

تحفۃ الکرام میں ہے:

”یہ کربلا معلیٰ کے عظیم القدر سادات میں سے تھے۔ اس مبارک سر زمین پر نکلنے کے بعد پہلے قندھار اور پھر سندھ سیوستان میں آگئے اور بڑا وقت حضرت شیخ عثمان مروندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار انور پر گزارا۔ یہ تقویٰ اور زہد میں بے نظیر تھے ان کی اولاد کافی تعداد میں تھی۔ میر معصوم تاریخ معصومی کے مصنف ان کی اولاد میں سے تھے۔“

حضرت میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ پہلے ”کھا بڑوٹ“ گاؤں میں رہے اور پھر سیہون آگئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی گدی میں ان کی اولاد حصہ دار ہوئی جس میں سید میر خسر، سید میر انور علی، سید گبن شاہ مشہور بزرگ ہیں۔ آج کل اس خاندان کے سربراہ سید صادق علی ہیں۔

حضرت سید بھورا بادل شیر رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت میر کلاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں کامل فقیر بھی گزرے ہیں۔ یہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سامنے ایک اینٹ پر بیٹھ کر عبادت کرتے تھے۔ ایک دفعہ اولادی کے خاندان کے ایک شخص نے ٹھوکر لگا کر وہ اینٹ نکال دی۔ اس پر شاہ اولادی کے خاندان کو حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے حکم ملا کہ اس گستاخی کی سزا کے طور پر بادل شیر کو چار پائی دی جائے۔ اب دستور یہ ہے کہ دھمال کے وقت علم کے نیچے بادل شیر کافی (تکیہ) کا فقیر چار پائی رکھ کر ہاتھ باندھے کھڑا رہتا ہے اور دھمال کے خاتمہ تک اسی حالت میں موجود رہتا ہے۔

درگاہ کے دروازے کے ساتھ جنوب کی طرف بادل شیر کی کافی ہے جہاں ان کا مزار ہے اور ان کی گدی پر سید غلام نبی شاہ ولد سید مہدن دریا ہیں۔ سید نہال شاہ

نوری اور بیگن شاہ رحمہ اللہ بھی حضرت میرکلاں رحمہ اللہ کے خاندان ہی میں گزرے ہیں لیکن نہال شاہ نوری رحمہ اللہ کا بروضہ جداگانہ ہے۔ صاحب تحفۃ الکرام نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے:

”یہ کھاڑوٹی سادات سے ہیں جو سیہون کا ایک گاؤں ہے۔ اصلی متولی شیوخ سے زبردستی مخدوم علیہ کی درگاہ کے سجادہ نشین ہو گئے پیر کے فیض کی بدولت ان کا اثر و رسوخ سجادہ نشین سادات سے بڑھ گیا اور درگاہ کے دروازے کے باہر تخت پر بیٹھنے کی خصوصیات عطا ہوئیں یہی رسم ان کے جانشینوں میں چلی آرہی ہے۔“

ان کے بعد خضر شاہ اس کے بعد موج دریا سجادہ نشین ہوئے۔ اس خاندان میں ”سید انور علی شاہ“ بھی ایک کامل فقیر ہو گزرے ہیں جو بادل شیر کے طالب ”گل شاہ“ کے طالب تھے اور بہت عابد و زاہد تھے۔ اس طرح اس خاندان کے بہت فقراء ہوئے اور ان کے ذمہ درگاہ میں جھاڑو دینے کا بندوبست دیا گیا۔ سید انور علی شاہ کی وفات کے بعد جھاڑو دینے کی ذمہ داری پر نظر شاہ نامی فقیر مقرر ہوئے۔ ان کے بعد ان کے گروہ کے فقراء وقتاً فوقتاً مقرر ہوئے رہے جن میں یقین شاہ، روشن علی شاہ، درباری شاہ، امان علی شاہ، خاکی شاہ، محبوب شاہ، قطب شاہ، شمشیر علی، دیدار علی اور نادر علی جیسے بزرگ شامل تھے۔ یہ تکیہ اوائل میں ”سخی سرور کا مکان“ کہلاتا تھا اور اب ”پٹھانوں والی کافی“ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت شاہ گوڈریا رحمہ اللہ:

کتب سیر میں شاہ گوڈریا کا احوال نہیں ملتا لیکن عوام میں مختلف روایات مشہور ہیں مثلاً ایک روایت ہے کہ شاہ گوڈریا کے والد بلخ بخارا کے بادشاہ تھے اور جب لعل سائیں ان کے شہر میں تشریف فرما ہوئے تو آپ رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ میری کوئی اولاد

نہیں ہے اللہ عزوجل سے دعا فرمائیں کہ میرے فرزند ہو۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمادی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے بعد ان کے گھر دو بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام ”ادھم“ رکھا گیا۔ ادھم بڑا ہو کر سلطان ادھم کے نام سے مشہور ہوا لیکن پھر دنیا ترک کر کے بقیہ آدمی عمر فقیری میں گزار دی۔ ان کا مزار خیر پور میرس سے ۱۰ میل دور ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ دوسرا بچہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی ان کی تربیت کی اور روحانی فیض سے مستفیض کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب سیر و سیاحت کو نکلے تو ان کے ہمراہ گوڈریو لے کر چلتے۔ لعل سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اس پہاڑی پر قیام کرنے کا حکم دیا جہاں اب ان کا مزار ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دادو کے پہاڑی علاقے میں ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام سید عبداللہ شاہ تھا۔

حضرت سید صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ:

یہ بزرگ شاہ صدر الدین کی اولاد میں سے تھے اور حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سیہون میں تشریف لائے تھے۔

صاحب الشہباز نے لکھا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سیہون میں آئے۔ اللہ عزوجل نے انہیں کثرت اولاد سے نوازا تھا جو سب کے سب درویش اور اہل علم ثابت ہوئے۔ بعض لوگوں نے انہیں لعل سائیں کا حقیقی سجادہ نشین ثابت کیا ہے تاہم یہ ابراہیم شاہ کے طالب تھے۔ اولاد کی کثرت کی وجہ سے ”اولادی امیر“ کہلائے۔ ”شاہ اولادی“ کی کافی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سجادہ نشینی سے سرفراز ہوتی رہی۔ موجودہ سجادہ نشین محرم شاہ ہیں۔

صاحب تحفۃ الکرام نے لکھا ہے:

”یہ سادات خاندان اپنی ذاتی صلاحیتوں کی وجہ سے دین و دنیا

میں نامور ہوئے اور درگاہ کی سجادہ نشینی کی دولت ہاتھ آئی۔ اپنے اعمال اور پیر کی نظر کے فیض سے اپنے مریدوں اور متعلقین کی اصلاح کا موجب ہوئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے سید پیر شاہ گدی نشین ہوئے اور درگاہ کی سجادہ نشینی سے سرفراز ہوئے۔“

تحفۃ الکرام میں ان کی توصیف و تعریف اس طرح کی گئی ہے:

”یہ تہجد گزار تھے نفل پڑھتے اور ساری رات عبادت و ریاضت میں بسر کرتے تھے۔“

سندھ کے حاکم میاں نور محمد نے انہیں ایک دفعہ زیارت کرنے کے لئے اپنے پاس بلایا لیکن انہوں نے وہاں جانے سے انکار کر دیا اور آخر وہ خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا استقبال نہیں کیا بلکہ دیکھتے ہی کہا کہ اب دنیا میں رہنے سے بہتر ہے کہ جلد اجل آجائے۔

حضرت لعل بکر رحمۃ اللہ علیہ:

پسپنی بندرگاہ کے رہنے والے تھے اور قلندر لعل سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے

”لعل بکر“ کا لقب ملا۔

حضرت لعل موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت لعل موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھہ کے رہنے والے تھے۔ صاحب تحفۃ الکرام نے ٹھٹھہ کے قرب و جوار کے رہنے والوں میں ان کا ذکر کیا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوئے اور ان کی آمد سمہ حکمرانوں کے ابتدائی زمانہ میں ہوئی۔

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سومرو خاندان کے زمانہ میں گزرے ہیں اور سومروں کے بعد سمہ برسر اقتدار آئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے وصال کے بعد روحانی طور پر فیض حاصل کیا۔

حضرت پیر پٹھو رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا اصلی نام حسین اور لقب شاہ عالم اور کنیت ابو الخیر ہے لیکن شیخ پٹھا کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے والد کا نام راجپار اور والدہ کا نام سلطانی تھا جو مراد بن شرفو کی بیٹی تھیں۔ یہ ٹھٹھہ سے آگے ”آری“ کے مقام پر رہتے تھے۔ ذات کے ”اپلان“ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے قدیم بزرگوں میں سے گزرے ہیں۔

تحفۃ الکرام میں منقول ہے:

”شاہ جمیل گرناری سید عبد الہادی بن سید عبدالعطاس بھی ان کے مرید تھے ان کا مقبرہ بھی شیخ پٹھا کے قریب ہے اب جس جگہ پر پیر پٹھو کا مقبرہ ہے وہاں ان کا تکیہ تھا اور اسی جگہ پر ہمیشہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔“

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جب سیر و سفر کرتے ہوئے آئے، تو یہ ان سے ملے اور ان بزرگوں کے فیض نظر سے پیر پٹھو نے کمالات حاصل کئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۶ھ میں وصال پایا اور انہیں اسی پہاڑ کے غار میں دفن کیا گیا جہاں یہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ ۱۲ ربیع الاول کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سالانہ عرس لگتا ہے۔ ٹھٹھہ کے عوام کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت ہے۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ:

سندھ کے شہرہ آفاق شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر حاضری دیتے رہتے تھے اور ان کی درگاہ سے فیض یاب ہوئے۔ فقراء کی روایت ہے:

”شاہ اولادی کی کافی میں آ کر رہتے تھے اور اکثر و بیشتر درگاہ پر

حاضری دیتے تھے۔“

شاہ صاحب کے احوال زندگی میں بھی ان کی سپہون آمد ثابت ہوتی ہے۔
دین محمد وفائی نے ”لطف الطیف“ میں تحریر کیا ہے:

”شاہ صاحب کے گہرے دوستوں میں دین محمد سپہوانی جن کا
وصال ۱۱۹۲ء کو ہوا وہ بھی شامل ہیں شاہ صاحب سپہون میں مخدوم
دین محمد کے پاس آ کر رہتے تھے۔“

مخدوم اور ان کی اٹھارہ تصانیف ملتی ہیں۔ انہوں نے اردو، فارسی، سرائیکی اور
سندھی میں شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں اشعار کہے ہیں۔

حضرت قادر بخش بیدل رحمۃ اللہ علیہ:

روہڑی کے زبردست عالم، صوفی اور سندھ کے عظیم شاعر حضرت قادر بخش
بیدل رحمۃ اللہ علیہ (سن ولادت ۱۲۳۰ھ بمطابق ۱۸۱۴ء وصال ۱۶ ذیقعد ۱۲۸۹ھ) بھی ان
کے فیض سے مستفیض ہوئے۔ ۱۴ سال کی عمر میں تمام ظاہری علوم سے فراغت حاصل کرنے
کے بعد حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سپہون گئے اور ان سے روحانی فیض
حاصل کیا۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت شعر و سخن کی طرف مائل ہوئی تو سندھی میں
بلند پایہ شعر کہے اور اس کے علاوہ عربی، فارسی، اردو، ہندی اور سرائیکی میں اعلیٰ درجہ کے
شعر کہے۔ حضرت بیدل رحمۃ اللہ علیہ نے شعر و شاعری کے علاوہ کئی عربی، فارسی نثر کی کتب بھی
قلمبند کیں۔

حضرت مخدوم بلاول رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرقد باغبان تعلقہ دادو میں ہے جہاں نو چندا جمعہ کو میل لگتا
ہے۔ یہ ایک بڑے عالم اور بزرگ درویش تھے۔ تحفۃ الکرام میں ان کا ذکر یوں بیان کیا

گیا ہے:

”یہ بڑے عارف و واصل باللہ بزرگ گزرے ہیں اور علوم ظاہری میں بھی بہت بڑا رتبہ رکھتے تھے۔“

حضرت بیکس رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت بیکس رحمۃ اللہ علیہ حضرت قادر بخش بیدل رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے اور انہوں نے بھی قلندر شہباز سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ بمطابق ۲ فروری ۱۸۵۹ء میں روہڑی میں پیدا ہوئے۔ جواں سالی میں ۱۲۹۸ھ بمطابق ۱۸۸۲ء میں وصال پایا۔

حضرت سیدنا تھن شاہ رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سیدنا تھن شاہ رحمۃ اللہ علیہ ولد سید محمد معین لکوی، سید گلاب شاہ ولد سید صلاح الدین رحمہم اللہ (جو کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے) کے مرید تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ٹھٹھہ میں آستانہ بنایا۔

حضرت نین شاہ رحمۃ اللہ علیہ:

ماضی قریب کے ایک مشہور اللہ والے بزرگ گزرے ہیں۔ یہ سندھی کے بہترین شاعر بھی تھے۔ گڑھی یاسین تحصیل کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے زبردست عقیدت مند تھے اور ان کے فیض سے مستفیض ہوئے۔ اپنی جائیداد وغیرہ چھوڑ کر سیہون آگئے۔ یہاں وہ ”کافی“ گاتے تھے۔ فقراء کے رہنے کے لئے ایک جگہ تعمیر کروائی جو ان کے نام سے ”نین فقیر جی کافی“ مشہور ہے۔

حضرت شیخ مکھن رحمۃ اللہ علیہ:

تحفۃ الکرام میں بیان ہے کہ قدیم زمانہ میں درگاہ کے متولی اور کلید بردار شیخ

تھے۔ شیخ مکھن ان ہی شیخوں میں سے گزرے ہیں۔

تحفۃ الکرام میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سادات نے شیخوں سے درگاہ کی چابی زبردستی حاصل کی لیکن خدا نے چابی کی اس طرح لاج رکھ لی کہ کوشش کے باوجود دروازہ نہ کھول سکے یہاں تک کہ لوہاروں کو بلا کر بھی دروازہ کھولنے سے قاصر رہے۔ آخر ناکام ہو کر چابی شیخوں کے حوالے کی اور انہوں نے بآسانی دروازہ کھول دیا۔ شیخ مکھن کا نام دراصل ”شیخ منکن“ ہے جن کا مزار درگاہ کے اندر ہے۔“

مقامی روایات کے مطابق سید ولی محمد شاہ کو شیخوں نے ازخو اپنا مرشد ہونے کی وجہ سے چابی بخشی تھی اور پھر وہ لوگ کلید بردار بن گئے۔

حضرت میاں میر سیوستانی:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حقیقی نام میر محمد ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے یہ سب سے مشہور بزرگ ہیں اور پاک و ہند میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو ان ہی کی ذات سے بہت فروغ ملا ہے۔ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ بھی سیوستان ہی کے رہنے والے تھے لیکن آخر عمر میں لاہور تشریف لے گئے اور وہیں پر وصال پایا۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں پچاس سال سے زائد قیام فرمایا جس میں چالیس سال تو گمنامی میں گزار دیئے۔ صرف دس سال ایسے تھے کہ اہل لاہور اور برصغیر پاک و ہند کے دوسرے لوگوں کو فیض یاب کر سکے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے طویل عمر پائی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہاشم پورہ میں ہے جو اب میاں میر رحمۃ اللہ علیہ روڈ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دارالشکوہ نے بنوایا وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا

وہ چاہتا تھا کہ یہاں ایک شاندار مزارِ مبارک تعمیر ہو لیکن موت نے اسے موقع نہیں دیا جس کی وجہ سے مزارِ مبارک کی تعمیر مکمل نہ ہو سکی۔

ایک عرصہ کے بعد جب دارالاشکوہ کا بھائی مغل فرما نروا اورنگ زیب عالمگیر لاہور آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی تو تعمیر کو نامکمل دیکھا تو اس نے مزارِ پاک کی دوبارہ تعمیر کا حکم دیا۔

تیرا جمال میرا احاطہ کئے رہا
یہ شمع میرے چاروں طرف ضو قن چلی
تھا لامکاں میں عالم ہو، لیکن ایک شب
جب تو چلا تو ساتھ ہزار انجمن چلی



اظہارِ عقیدت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بہت سے بزرگوں نے اپنے کلام میں عقیدت کے نذرانے پیش کئے ہیں اور اپنے اشعار میں انہیں زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

حضرت سچل سرمست رحمۃ اللہ علیہ:

سندھ کے مشہور صوفی شاعر حضرت سچل سرمست رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو ذیل کے مصرعے سے خراج عقیدت پیش کیا ہے:

سچو میرا مرشد سخی قلندر
ایک اور مصرعے میں فرماتے ہیں:

قلندر جوگی کیسی بین بجائی

حضرت عثمان سانگی رحمۃ اللہ علیہ:

لاڑکانہ کے مشہور سندھی شاعر حضرت عثمان سانگی رحمۃ اللہ علیہ جو کے نقشبندی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت عثمان سانگی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی عقیدت کا اظہار ان اشعار سے کیا ہے:

حق نور جلال اللہ مست وار قلندر

قلندر صوفی عین صفا سردار قلندر

حضرت بیدل واری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت بیدل واری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں اردو، فارسی اور سندھی میں بے شمار اشعار کہے ہیں۔ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال کا قطعہ انہی کے اشعار پر مشتمل ہے:

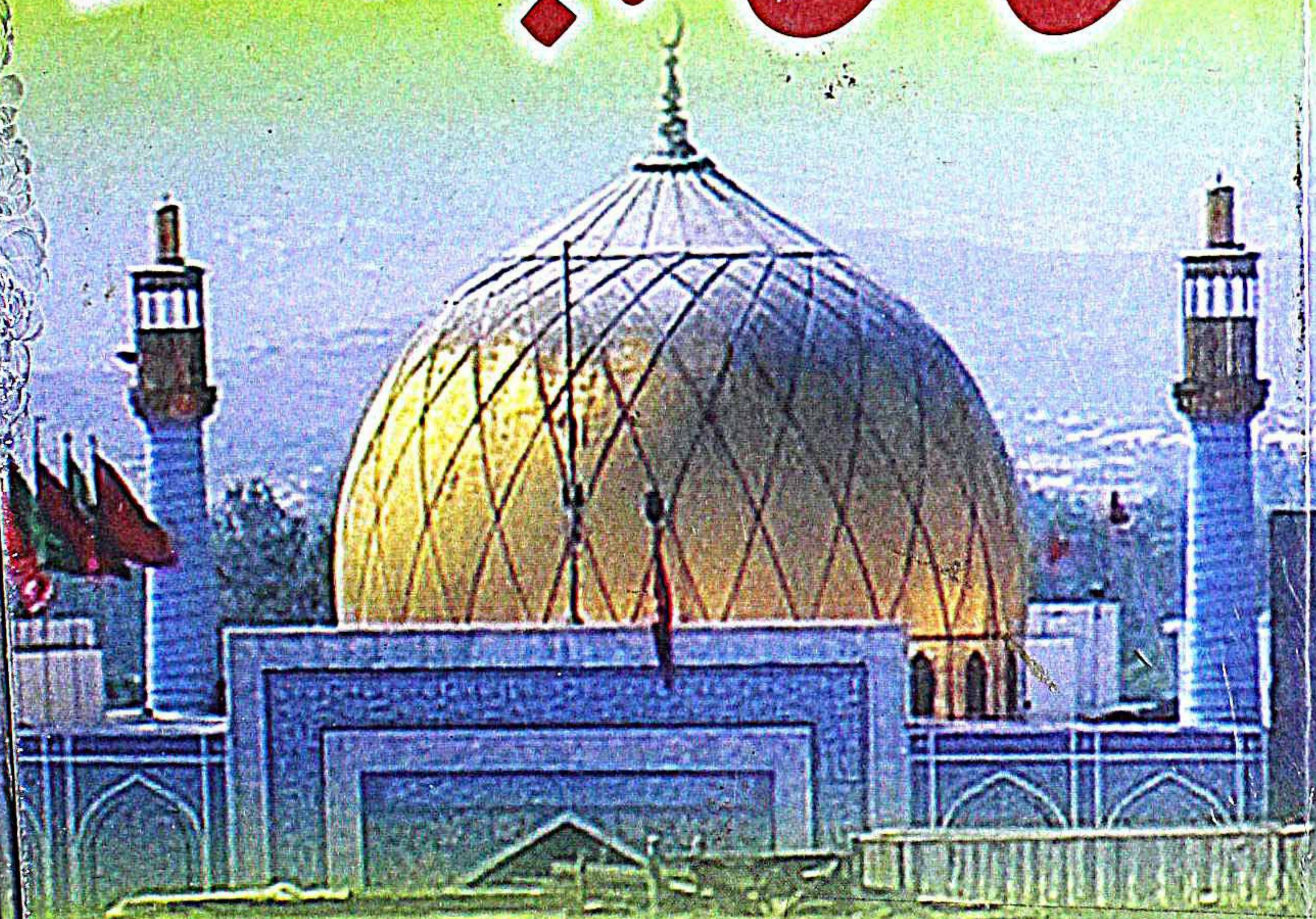
دل چوں تاریخ و صابش حکمتہ زسروش
ہاتف گفتہ او لعل عین عرفان بود

۶۵۰ھ



سیرت حضرت

سخی لال شہباز قلندر



حکیم سید خاور حسین قادری